بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (سورۃ الاحزاب ع ۵)
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
حَمَامَتُنَا تَطِيْرُ بِرِيْشِ شَوْقٍ
وَفِيْ مِنْقَارِهَا تُحَفُ السَّلَامِ
اِلٰى وَطَنِ النَّبِيِّ حَبِيْبِ رَبِّيْ
وَسَيِّدِ رُسُلِهٖ خَيْرِ الْاَنَامِ
(مسیح موعود)
(ترجمہ) ہماری کبوتری چونچ میں سلام کے تحفے لئے ہوئے شوق کے
... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن کی طرف اڑی جا رہی ہے۔
... رب کے حبیب ... رسولوں کے
ے پریدم سوئے کوے او مدام
من اگر مے داشتم بال و پرے
(جذبات مسیح موعودؑ)
گر میرے پر ہوتے تو میں اڑ کر پیارے آقا
صلی اللہ علیہ وسلم کی گلی میں پہنچتا
گنبدِ خضراء مسجدِ نبویؐ (مدینہ منورہ)
بیت اللہ شریف
(مکہ معظمہ)
۳۱ اکتوبر ۱۹۷۴ء
۱۴ شوال ۱۳۹۴ ہجری
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ
ہفت روزہ
بدر
قادیان
شمارہ ـ ۴۴
جلد ـ ۲۳
بدلِ اشتراک
سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالکِ غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۰ پیسے
ایڈیٹر:-
محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر:-
جاوید اقبال اختر
Regd No : P.G. D. P-3
Phone No : 35
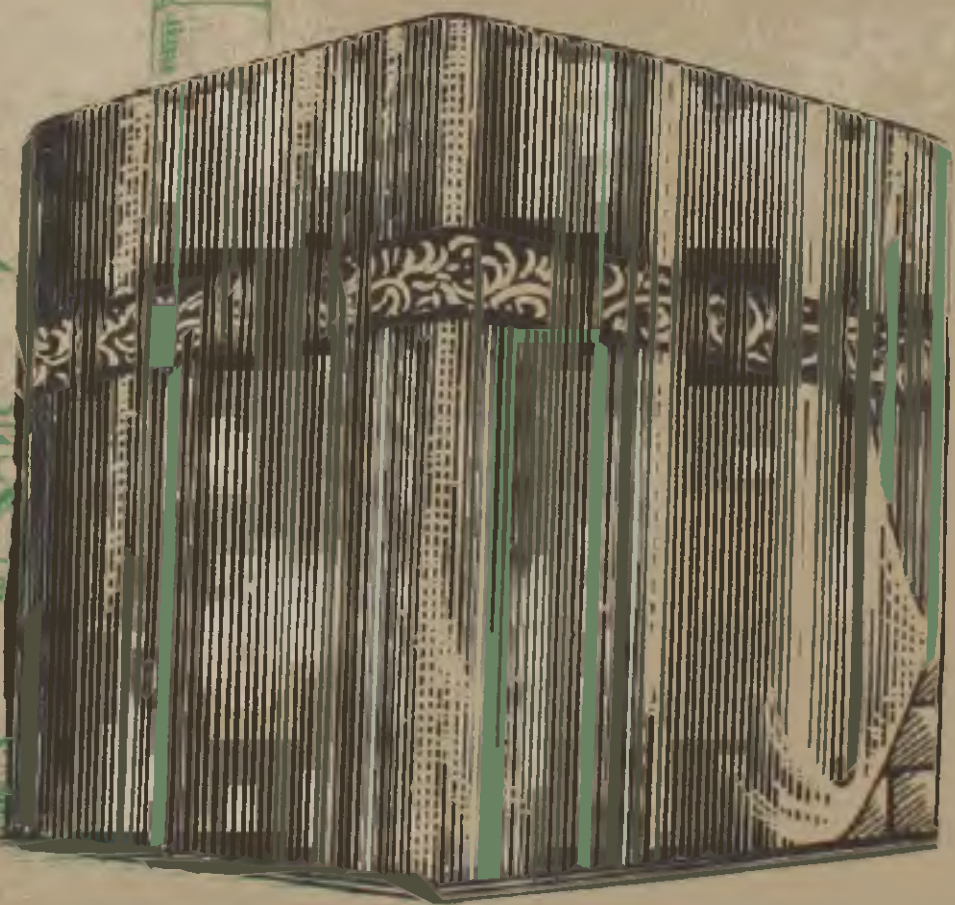
ہفت روزہ [illegible] قادیان
مورخہ [illegible]

نبوتِ محمدی کا فیضان

قرآن کریم میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صاف لفظوں میں کہہ دیا گیا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب آیت ۴۱) تو کسی بھی مسلمان کی مجال نہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ احمدیہ جماعت کا ہر فرد ببانگِ دہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہتا اور دل سے آپ کی ختم نبوت پر ایمان لاتا اور ہر مجلس میں اس کا اقرار کرتا ہے۔ البتہ قرآن کریم کے انہی الفاظ سے جو علماء زمانہ "ختم نبوت" کا مسئلہ نکالتے ہیں اور اس کی من مانی تشریح و تفصیل کرتے ہوئے ختم نبوت کے معنی انقطاع نبوت بیان کرتے ہیں تو احمدیہ جماعت ان سے اختلاف کرتی ہے۔ بایں ہمہ یہ اختلاف بھی کوئی بنیادی نوعیت کا اختلاف نہیں بلکہ محض ایک لفظ کے معنے کرنے میں علماء کے ایک حصہ سے اختلاف ہے۔ جبکہ یہ معنے کرنے میں جماعت احمدیہ منفرد نہیں بلکہ جو معنے جماعت احمدیہ کی طرف سے بیان کئے جاتے ہیں اُن میں اُمتِ محمدیہ کے سلف صالحین کی ایک معقول تعداد جماعت کی ہم خیال ہے اور یہ معنی محاورۂ عرب کے عین مطابق ہیں۔ اس لئے اگر جماعت احمدیہ کو محض اسی بناء پر خارج از اسلام بتایا جاتا ہے تو اس قسم کا فتویٰ دینے والے علماء کے لئے لازم ہے کہ پہلے ان بزرگانِ سلف کو بھی اسلام سے خارج کر لیں، اس کے بعد جماعت احمدیہ کی طرف رُخ کریں۔ یہ ایک ایسی دو ٹوک بات ہے جس کا مخالف علماء کے پاس کوئی جواب نہیں۔ رہا یہ سوال کہ وہ سلفِ صالحین کون کونسے ہیں تو اس کی تفصیل بھی آپ کو اسی پرچہ میں دوسری جگہ مل سکتی ہے۔ انصاف پسند حضرات اس پر سنجیدگی سے غور کر سکتے ہیں۔

لیکن اس کے کہ ہم اپنی بات آگے چلائیں اس امر کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ ختم نبوت بمعنی انقطاع نبوت جس کا پروپیگنڈہ اس وقت غیر احمدی بڑے زور شور سے کر رہے ہیں، یہ نظریہ ہی غیر اسلامی ہے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ اسلام سے قبل بھی انہی معنوں میں "ختم نبوت" کی بات کو متواتر مختلف زمانوں میں مختلف قومیں پیش کرتی چلی آئی ہیں کہ اُن کے نبی کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور قرآن کریم نے اس کی پُرزور تردید کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس کی دو نہایت ہی واضح مثالیں بیان ہوئی ہیں۔

اوّل: سورت المؤمن میں آتا ہے:-

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ (آیت ۳۵)

(ترجمہ) بلا شبہ یوسف علیہ السلام اس سے پہلے دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آچکے۔ مگر جو کچھ وہ تمہارے پاس لائے تم (اُن کے حین حیات تو) شکوک و شبہات میں پڑے رہے۔ لیکن جب وہ وفات پاگئے تو تم نے کہنا شروع کر دیا کہ (بس وہ آخری رسول تھے) اللہ اُن کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ (سُنتے ہو!) اسی طرح اللہ ہر حد سے گزرنے والے اور شکوک و شبہات میں پڑنے والے کو گمراہ قرار دیتا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل اپنے زمانہ میں نبوت کے جاری رہنے کو روکنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ حتیٰ کہ یوسف علیہ السلام کے بعد بھی جو نہ کسی سلسلہ کے بانی تھے، نہ کسی سلسلہ کے خاتم، نبوت کے سلسلہ کو روکنے کے لئے تیار ہو گئے ——!!

دوم: قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی لوگوں کا یہ خیال ہو گیا تھا کہ اب کوئی رسول نہیں آئے گا۔ چنانچہ سورت "جن" میں آتا ہے کہ اُن جنوں میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سُننے کے لئے آئے تھے (اور تاریخ بتاتی ہے کہ وہ نصیبین کے یہودی تھے) جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو انہیں مخاطب کر کے کہا:

اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ (جن: ۸)

(جس ملک سے ہم آئے ہیں) وہ لوگ بھی تمہاری طرح یہ یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ آئندہ کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجے گا۔ اور سورت احقاف ع ۴ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ موسیٰ ؑ پر ایمان لانے والے لوگ تھے۔ پس سورت جن کی مذکورہ آیت کے صاف اور سیدھے معنے یہ ہوئے کہ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد کسی نبی کے نہ آنے کا اعتقاد بھی انہی لوگوں کا تھا۔

قرآن کریم کے اس واضح بیان کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اسی نوع کے خیالات عام موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد عیسائی لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہو گیا کہ گو عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے۔ لیکن کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو رسالہ خاتم النبیین شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی صفحہ ۱۲)

اور اہل ہنود کے عقیدہ کی بنیاد بھی تو اسی بات پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ویدوں کے رشیوں پر اُتارا اس کے بعد دنیا میں اس کا کلام آنا بند ہو گیا۔ اور اس تعلیم کے بعد کسی اور تعلیم کی ضرورت نہیں۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دو قسم کے نظریات دُنیا میں پائے جاتے تھے۔ **اوّل** — ابتدائے عالم میں جو وحی نازل ہوئی وہی کافی ہے۔ اس کے بعد کسی اور تعلیم کی ضرورت نہیں۔ (جیسے اہل ہنود کا نظریہ بیان ہوا)

دوم، بعض لوگ اس بات کے تو قائل نہ تھے البتہ وحی کے تسلسل کو بند کرنے والے ضرور تھے (جن کی چند مثالیں اوپر گزر چکی ہیں)

ان حالات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اِسلام نے ان تمام نظریات کی تردید فرمائی۔ اُس نے نہ تو اس امر کو تسلیم کیا کہ ایک ہی قوم پر خدا کا کلام نازل ہو کر یہ سلسلہ ابد الآباد کے لئے ختم ہو گیا۔ اور نہ ہی اس بات کو درست قرار دیا کہ حضرت یوسف تک یا حضرت موسیٰ ؑ تک یا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ نے آسمانی ذرائع فیضِ رسانی کو جاری رکھا اور اس کے بعد یہ ذرائع بند ہو گئے [illegible] قرآن کریم ان میں سے ہر ایک کو [illegible] تا ہے۔ بلکہ [illegible] راہ [illegible] مُرتاب قرار دیتا ہے۔ ([illegible])

قرآن کریم میں اسلام سے پہلے کی نبوت اور وحی والہام کی نسبت [illegible] تمام سابقہ [illegible] ہے کہ یہ تمام نظریات غیر اسلامی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے ذریعہ ان نظریات و خیالات کی تردید فرمائی۔

اور جہاں تک سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (آیت ۴) کا تعلق ہے اس کے سمجھنے میں علماء نے سخت غلطی کھائی ہے۔ اس آیت کریمہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت کا نزول مکمل ہو چکا۔ اب آپ کی بعثت کے بعد تا قیامت کوئی شرعی کتاب نازل نہ ہوگی۔ اس لئے کہ کامل و مکمل کتاب قرآن مجید کی صورت میں آچکی۔ لیکن کامل و مکمل تعلیم کے آجانے کے ہرگز یہ معنے نہیں کہ اس کے نزول کے بعد جو خیر و شر کے قبول کرنے کی آزادی انسان کو فطرۃً عطا ہوئی ہے، وہ ختم ہو گئی۔ یا وہ مادہ جو انسان کی فطرت میں خیر و شر کو قبول کرنے کا ہے نجات پا گیا ہے۔ اگر ایسا مادہ موجود ہے اور کسی انسان پر نزولِ قرآن کے بعد کسی طرح جرم میں اور وہ عمل خیر اور عمل شر کی قدرت رکھتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو لازماً جہاں انسان کے نیکی میں ترقی کرنے کے امکان موجود ہیں وہاں اُس کے شرارت کرنے کے امکانات بھی ہیں۔ اگر وہ شرارت کے جذبہ سے دین میں بدعت نکال سکتا ہے اور اگر وہ تحریف معنوی کر سکتا ہے (کیونکہ وہ مکمل طور پر آزاد ہے۔ کسی طرح کا اس پر قدرت کی طرف سے جبر نہیں) تو اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کے آنے کا بھی رستہ کھلا رہے گا جو ان بدعتوں سے اُمت کو بچائیں اور صحیح رستہ کی طرف لائیں۔ یہ ایک ایسی منطقی بات ہے جس سے کسی معقول انسان کو انکار کی مجال نہیں۔ اور یہی وہ فیضانِ محمدی ہے جس کے ہمیشہ ہمیش کے لئے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمل میں آئی۔ وہ لوگ سخت غلطی خوردہ اور دوسروں کو غلطی میں ڈالنے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس فیضان کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا ——!!

کس قدر ستم ظریفی ہے کہ بدی اور بدراہی کی اشاعت کا سلسلہ تو پہلے سے کہیں زیادہ خوفناک طور پر جاری ہو حتیٰ کہ اس زمانے میں اس کی انتہا ہو گئی ہو مگر ہمارے علماء ہیں کہ نبوت کے دروازے کو برابر تالا لگائے بیٹھے ہیں۔ اور فیضانِ نبوی ؐ کو اس طرح پر بند کر دینے پر تُلے ہوئے ہیں کہ گویا اُمت کا کوئی فرد یا تو بگڑا ہی نہیں یا اگر بگڑا ہے تو اُسے راہِ راست پر لانے کی چنداں ضرورت ہی نہیں۔

ایں چہ بوالعجبی است

خُدا کا پاک نبی ؐ تو قیامت تک تمام بنی نوعِ انسان کے لئے رحمتِ خداوندی کا فیضان پہنچانے آیا ہو، مگر علماء ہیں کہ اپنی سیادت و قیادت کو قائم رکھنے کے لئے غلط طور پر ختمِ نبوت کے تحفظ کا شور مچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب دُنیا میں کوئی ایسا وجود بھی برپا نہیں ہوگا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسی طرح روحانی کسبِ فیض کر کے بھٹکی دُنیا کو فیض یاب کرے جس طرح رات کو جب سُورج کی تیز شعاعیں زمین کی اپنی گردش کے سبب اس تک پہنچ نہیں سکتی ہیں تو کرۂ مہتاب ری فلیکٹر کے طور پر سُورج کی شعاعیں منعکس کر کے تاریک دُنیا کو بقعۂ نُور بنا دیا کرتا ہے ——!!

یہ تو ہوئی عقلی بات جسے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ اب آئیے قرآن کریم کی طرف اس میں بیسیوں مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کے ابد الآباد تک جاری و ساری رہنے کے واضح بیانات موجود ہیں۔ منجملہ ایسے بیانات کے سورتِ فاتحہ کی حسب ذیل جامع دُعا پر ہی غور کر لیا جانا کافی ہے۔ یعنی:-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

یہ دُعا پنج وقتہ نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمان منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کی خُدا سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں۔ آگے چل کر اس صراطِ مستقیم کے میسر آجانے کا حتمی وعدہ بیان کرتے ہوئے سُورت النساء آیت ۶۷ تا ۶۹ میں بتایا گیا ہے کہ اگر مسلمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر عمل کریں اور بشاشت کے ساتھ حضور ؐ کی فرمانبرداری کریں تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ "لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا" ہم اُن کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیں گے۔ اس سے معاً بعد آیت ۷۰، ۷۱ میں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا:-

" وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝

اس جگہ صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ آپ ؐ کے فیضان اور آپ کی اطاعت اور پیروی کی یہ خوبی اور شاندار نتیجہ ہے کہ آپ کی اُمت میں سے نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح ہوتے رہیں گے۔ اور یہ چاروں انعامات قیامت تک جاری و ساری ہیں جو اُمتِ محمدیہ کو خیرِ اُمت بنانے کا موجب ہیں۔

اب جو لوگ حضور ؐ کے بعد نبوت کے ختم ہو جانے اور اس کے قطعی انقطاع کا خیال پیش کرتے ہیں وہ بڑی جسارت اور دلیری کے ساتھ خُدا تعالیٰ کے اس فیضان کو روکتے ہیں جو مذکورہ بالا آیات میں بیان ہوا۔ وہ بھول جاتے ہیں اس بات کو کہ خدا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کے نتیجہ میں اُمت کے افراد کو نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح بنانے کو تیار ہے اور اس کا حتمی وعدہ فرماتا ہے مگر علماء ہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں نبوت کے اجراء کی برابر نفی کئے جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ نبوت کے انقطاع کے ساتھ ہی اُمتِ محمدیہ سے صدیقیت، شہادت اور صالحیت کو بھی ختم کر دینا ہوگا۔ کیونکہ یہ چاروں انعامات ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو ختم شدہ قرار دینے سے دوسروں کا اجراء کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ صدیق، شہید اور صالح افراد کی آمد ہو تو علماء کو اعتراض نہ ہو۔ لیکن نبی کا نام آتے ہی علماء حضرات لٹھ لے کر دروازے پر کھڑے ہو جائیں کہ نہیں صاحب! نبوت کا دروازہ بند ہے۔ آخر یہ ترجیح بلا مرجح کیسی؟ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ امتیازی میں یہ حد بندی کیوں؟

ہم نے [illegible] آغاز سورت احزاب کی آیت ۴۱ سے کیا تھا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت [illegible] وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول [illegible] بلکہ آپ ؐ کا مقام تو اس سے بھی بڑھ کر خاتم النبیین کا ہے۔ آپ سارا قرآن پڑھ جائیں، آپ کو اُمم سابقہ کے تذکرہ میں یہ بات

(آگے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ختمِ نبوت یعنی مقامِ محمدیت کے لحاظ سے تمام رسولوں میں منفرد اور ممتاز ہیں

ہم علیٰ وجہ البصیرت یقین رکھتے ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں اسلئے کہ آپ ایسے مقام پر فائز ہیں جس کے بعد کوئی اور روحانی [illegible]

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۳۰ر امان ۱۳۵۲ ہش مطابق ۳۰ر مارچ ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن عظیم میں نبوت اور رسالت کے متعلق بہت سی بنیادی باتیں بتلائی ہیں۔ میں اس وقت ان میں سے بعض کا ذکر کروں گا۔

پہلی بات ہمیں یہ بتائی گئی ہے کہ

انبیاء اور مرسلین

میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (البقرہ: ۲۵۴)

اس کے علاوہ بھی انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر آتا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اس کی تفصیل نہیں بتائی۔ البتہ بعض باتیں بتائی ہیں۔ اور بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتوں کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ مثلاً تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (جو تیسرے سیپارے کی پہلی آیت ہے) اس میں فضیلت کی ایک وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ بعض انبیاء صاحب شریعت ہوتے ہیں اور بعض انبیاء صاحب شریعت نہیں ہوتے۔ شاید بعض دوسری جگہ کوئی دوسری وجہ فضیلت بیان ہوئی ہو لیکن اس وقت میرے ذہن میں مستحضر نہیں۔ لیکن قرآن کریم سے ہمیں یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ فضیلت کی بعض وجوہ کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ باوجود اس کے کہ بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت بخشی گئی ہے پھر بھی ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ:۔

"لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔" (البقرہ: ۲۸۶)

یعنی فی نفسِ رسالت رسول اور رسول میں فرق نہیں کرنا۔ اسی قسم کی بعض دوسری آیات میں بھی اسی قسم کا مفہوم بیان ہوا ہے۔

پس فضیلت بھی ہے اور ان "رُسُل" میں فرق بھی نہیں کرنا۔ یعنی نفسِ رسالت میں کوئی فرق نہیں ہے جو صاحب شریعت رسول ہے اور جو صاحب شریعت رسول نہیں ان دونوں رسالتوں میں نفسِ رسالت میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی حکمت کاملہ سے مختلف زمانوں اور مختلف ممالک میں بسنے والی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ ان میں ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے بھی ہیں جن کو ساری دنیا کی طرف سارے زمانوں کے لئے اور تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔ بایں ہمہ نفسِ رسالت میں ان میں اور دیگر رُسُل میں کوئی فرق نہیں۔

پس فضیلت بھی ہے اور نفسِ رسالت میں کوئی فرق بھی نہیں ہے۔ یہ رُسُل کے

بعض بنیادی حقائق

ہیں جن کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جا سکتا چنانچہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر قرآن عظیم صرف رسول کہتا تو نفسِ رسالت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی فرق نہ رہتا۔ یا حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نفسِ رسالت میں کوئی فرق نہ رہتا۔ اگرچہ فضیلت اپنی جگہ پر ہوتی لیکن اتنی نمایاں فضیلت کہ جو تمام انبیاءؑ سے آپؐ کو ممتاز کر دے اس کی ہمیں سمجھ نہ آتی۔

اس لئے قرآن کریم نے جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہہ کر رسالت کے مقام پر تمام رُسُل اور انبیاء کے برابر کھڑا کر دیا وہاں آپؐ کو ایک اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا جس کا ذکر سورۂ احزاب کی آیت ۴۱ میں موجود ہے اس لحاظ سے آپؐ رسول بھی ہیں اور خاتم الانبیاء بھی ہیں۔ خاتم الانبیاء یا ختم المرسلین۔ ختم نبوت یا ختمِ رسالت کا جو مقام ہے اُسے اسلامی اصطلاح میں مقامِ محمدیت کہتے ہیں۔ اور اس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں۔ یہ وہ فضیلت نہیں جس کا "فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" میں (نسبتی فضیلت) ذکر ہے۔ نسبتی فضیلت ہم بھی نسبتی لحاظ سے اوّل اور آخر ہوتا ہے۔ اگر نفسِ رسالت میں کوئی فرق نہ ہو اور ہم تصور میں تمام انبیاء ایک میدان میں کھڑے ہوں تو مشرق کی طرف سے دیکھیں گے تو شمالی والا آخری ہوگا۔ جنوب کی طرف سے دیکھیں گے تو جو نبی غربی کونے میں ہے وہ آخری نبی ہوگا۔ پس ایک تو یہ نسبتی طور پر آخری ہے۔ اس میں کسی تفضیلت کا ذکر نہیں۔ بلکہ یہ ایک نسبتی چیز ہے۔ جس زاویہ سے آپ دیکھیں گے مقابلہ کی انتہاء آخری بن جاتی ہے۔

پس فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بھی

ایک بنیادی حقیقت

ہے۔ اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ بھی اپنی جگہ ایک بنیادی حقیقت ہے۔

دراصل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیدا کرنے والے ربّ کے حضور جو منفرد مقام حاصل تھا اس کے اظہار کے لئے آپؐ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ خاتم النبیین یعنی مقامِ محمدیت قُربِ اتم کا مقام ہے۔ بالفاظِ دیگر آپؐ صفاتِ باری کے مظہرِ اتم تھے۔ یہ شرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے۔ دوسرا کوئی نبی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا۔ کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ رسالت میں ایک لاکھ بیس ہزار رسول شامل ہیں۔ ان میں ہم نے کوئی فرق نہیں کرنا۔ لیکن مقامِ محمدیت کے لحاظ سے آپؐ کو جو منفرد مقام حاصل ہے وہ صفاتِ باری کے مظہرِ اتم ہونے کا مقام ہے۔ اس مقام کو انسانوں کے مقابل میں انسانِ کامل کہتے ہیں۔ اور قرب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے قریب تر دوسرا کوئی شخص خدا کے پیار کے حصول میں آپؐ سے زیادہ اور قریب تر ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ غرض اس مقامِ محمدیت کو بیان کرنے کیلئے مختلف اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

پس سورۂ احزاب کی آیت [illegible] میں ایک تو یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں اور اس جہت سے رسول رسول میں فرق کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور دوسرے آپ خاتم النبیین ہیں اس جہت سے آپ بے مثل و مانند ہیں۔ اور کوئی رسول آپ کے ہم پلہ نہیں۔ اس حیثیت میں کسی کو آپ کے ساتھ منسلک کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس مقامِ محمدیت کے لحاظ سے آپؐ تمام رسولوں میں منفرد اور ممتاز ہیں۔

پھر سورۂ احزاب کی اس آیت کریمہ کے [illegible] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (الاحزاب: ۴۱)

کہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ [illegible] کہ اس بیان کا ایک گہرا اور ضروری تعلق حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے

مقامِ ختمِ نبوت

یعنی مقامِ محمدیت کے ساتھ ہے۔ ورنہ بظاہر یہ کہہ کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر کسی مرد کے باپ نہیں لیکن (۱) اللہ کے رسول ہیں اور (۲) خاتم النبیین ہیں۔ اور پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا علم ہے۔ اس میں کوئی حکمت ہونی چاہیئے۔ اس میں کوئی فلسفہ ہونا چاہیئے۔ اس میں کسی گہرے اور عمیق مضمون کا بیان ہونا چاہیئے۔ چنانچہ میرے نزدیک علاوہ اور معانی کے

ایک معنے یہ ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ میں فرمایا ہے کہ "خاتم النبیین" کے خود معنے نہ کرنا۔ ختم نبوت کے معنے تمہارا پیدا کرنے والا ربّ تمہیں بتائے گا۔ اگر خود معنے کرو گے تو غلطی کھاؤ گے اس لئے خود قرآن کریم نے اس کے معنے کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ" جس کے ایک معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم کو عرش ربّ کریم تک رفعتِ روحانی بخشی۔ قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر فقرے اور فقرے کے ہر لفظ کے بہت سے بطون ہوتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے ایک معنے یہ

کئے ہیں کہ ایک وہ رسولؐ جو ارفع ہے اپنے درجات کے لحاظ سے اور منفرد ہے رفعتِ رُوحانی میں. کوئی رسول اس مقام میں آپؐ کا شریک نہیں ہے. قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ.

(القلم : ۵)

کہ تخلق باخلاق اللہ کے مقام میں کوئی دوسرا انسان تو کیا کوئی دُوسرا نبی بھی آپؐ کا مقابلہ نہیں کرسکتا. بلکہ کوئی انسان آپؐ کے بلند مقام کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا. یہ آپؐ کا مقام محمدیت ہے جس میں آپؐ تمام رسُولوں سے افضل ہیں. قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ آپؐ کا کلام خدا کا کلام اور آپؐ کا ظہور خدا کا ظہور اور آپؐ کا آنا خدا کا آنا ہے. (پہلے آسمانی نوشتوں نے بھی اسی رنگ میں اس مفہوم کو بیان کیا ہے). فرمایا.

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ

(بنی اسرائیل : ۸۲)

اس آیہ کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق کے لفظ سے اللہ تعالےٰ قرآنِ عظیم کی آخری اور کامل شریعت اور حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہر سہ مُراد ہیں. اُن پر حق کا لفظ حقیقی طور پر چسپاں ہوسکتا ہے.

قرآن کریم نے مقام محمدیت یعنی مذکورہ منفرد مقام کو مختلف طریقوں اور مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے. چنانچہ ہم عاجز بندوں کو تصویری زبان میں

مقامِ محمدیت کی حقیقت

کے سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے نوازا. جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا "مقامِ محمدیت" مقام خاتم النبیین اور اس نسبت سے دُوسرے انبیاء کے ساتھ آپؐ کا تعلق بڑی وضاحت سے ظاہر ہو جاتا ہے. اس کو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے. حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے تفسیر صغیر کے نوٹوں میں بھی بیان فرمایا ہے. اور وہ یہ کہ معراج "میں مقام محمدیت کی حقیقت بیان کی گئی ہے. اور اس کی اُمتِ مُسلمہ کے سامنے یہ تصویر رکھی گئی ہے کہ اہلِ زمین جو نبی نہیں عوام ہیں (اور اُمتِ محمدیہ کے فرد ہوں یا دیگر تمام بنی نوعِ انسان ہوں ان کو ہم کہیں گے کہ وہ اہلِ زمین ہیں یعنی زمین میں بسنے والے انسان ہیں) اور جنہیں رُوحانی رفعت کا وہ مقام حاصل نہیں جسے ہم رسالت کے نام سے منسُوب کرتے ہیں. آپؐ نے گویا اہلِ زمین کو فرمایا کہ اپنے زمینی مقام سے اُوپر نگاہ کرو تمہیں پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام نظر آئیں گے. تمہیں دُوسرے آسمان پر حضرت عیسٰی اور حضرت یحییٰ علیہما السلام نظر آئیں گے. (واضح رہے کہ ہر آسمان پر ایک ایک یا دو دو کا گروہ علامت کے طور پر ہے. یعنی وہ سارا گروہ جو حضرت آدم علیہ السلام کا مقام رکھتا ہے اُن کے لئے پہلا آسمان ہے. جن کی رُوحانی رفعت حضرت عیسٰی اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے ساتھ نسبت رکھتی ہے اُن کے لئے دُوسرا آسمان ہے. علیٰ ہذا القیاس)

تمہیں تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئیں گے. چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام نظر آئیں گے. پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نظر آئیں گے. چھٹے آسمان پر صاحبِ شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے. اور ساتویں آسمان پر غیر تشریعی نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئیں گے. اور اس سے بھی اُوپر یعنی عرشِ ربِّ کریم پر حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے. گویا

حقیقتِ معراج

میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عرشِ ربِّ کریم ہے. یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا جو تمام صفاتِ کاملہ حسنہ سے متصف ہے اُس نے اپنے نہایت ہی پیار کے ساتھ مظہر اتم الوہیت بنا کر اپنی دائیں طرف آپؐ کو بٹھایا. یہ ہے مقامِ ختم نبوت جو حقیقتِ معراج میں تصویری زبان میں بتایا گیا ہے. جسے ایک عام انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دُوسرے آسمان پر حضرت عیسٰی اور حضرت یحییٰ علیہما السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے. اور اس کے بھی اُوپر مقام محمدیت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خدائے ذوالعرش

کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں. یہ شرف آپؐ کے مقام کے لحاظ سے اور اُس محبت کی وجہ سے جو آپؐ کو اپنے خدا سے تھی. اور اس پیار کی وجہ سے جس سے آپؐ کو نوازا گیا تھا. یہ ہے وہ مقامِ ختم نبوت جو خدا تعالےٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا.

اب اہلِ زمین جب اس تصویر میں زمین سے آسمانوں کی طرف دیکھیں گے تو جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ایک ایک نبی (اور ایک آسمان پر دو نبیوں) کا ذکر آیا ہے. وہ بعض نبیوں کے گروہ کی علامت کے طور پر ہے. کیونکہ اگر واقعہ میں ایک لاکھ بیس ہزار پیغمبر دُنیا کی طرف آئے تو پھر تو پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بہت سے اَور انبیاء بھی ہوں گے. اسی طرح دُوسرے حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر بھی بہت سارے انبیاء ہوں گے تاہم ساتویں آسمان تک پہنچ کر یہ سارے انبیاء ختم ہو جائیں گے. اس کے بعد صرف ایک وجود ہوگا وہ اپنے ربّ سے اتنا پیوست اور ایک جان ہوگا کہ اُس کا آنا خدا کا آنا اور اس کا کلام کرنا خدا کا کلام کرنا اور اس کی حرکات خدا کی حرکات متصور ہوں گی. چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بھی بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے. آپؑ نے فرمایا

جنگِ بدر کے موقع پر

کنکریوں کی جو مٹھی پھینکی گئی تھی وہ دُعاؤں کے نتیجہ میں نہیں بلکہ آپؐ کے اس قربِ الٰہی کے نتیجہ میں تھی. اور آپؐ کے صفاتِ باری کے مظہر اتم ہونے کی وجہ سے تھی. یہ آپؐ کے بلند مقام کا کرشمہ تھا کہ وہ کفار کی آنکھوں میں پڑی اور ان کی تباہی کا باعث بن گئی. سردارانِ مکہ میدانِ جنگ میں اپنی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے. یہ ایک بہت قیمتی اور لمبا مضمون ہے. اس وقت اس کے بیان کا موقع نہیں.

مَیں یہ بتا رہا ہوں کہ یہ مقام یعنی عرشِ ربِّ کریم پر مقامِ محمدیت یا مقامِ ختمِ نبوت یا مقامِ خاتم النبیین اس تصویر میں اور حقیقۃً بھی اتنا اعلےٰ اور ارفع مقام ہے کہ وہاں تک کوئی اَور انسان پہنچ ہی نہیں سکتا. یہی وہ مقام اور صاحبِ مقام ہے جس کی خاطر اس ساری کائنات کو پیدا کیا گیا ہے. حدیث قدسی "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ" اسی حقیقت کا مظہر ہے. اور اسی لئے یہ وہ مقام ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت بھی ملا ہوا تھا جب آدم ابھی معرضِ وجود میں نہیں آیا تھا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی خاتم النبیین تھے جب کہ آدم کا وجود مٹی میں کروٹیں لے رہا تھا. یہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے. یہی تو آپؐ کا آخری مقام ہے. "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولوں میں سے ایک رسول کہا گیا ہے. یہ وہ مقام ہے جو سورۂ احزاب کی آیہ کریمہ میں "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ" کے الفاظ میں بیان ہوا ہے جس کے بعد آپؐ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے یعنی آپؐ رسول ہیں مگر ایسے رسول کہ آپؐ خاتم النبیین بھی ہیں. اور اس لحاظ سے آپؐ تمام رسُولوں سے منفرد ہیں. غرض ایک طرف فرمایا رسُول رسُول میں فرق نہیں کیا جاسکتا. باوجود فضیلت کے فرق نہیں کیا جا سکتا. آخر فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کی آیت کو لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کی آیت یا آیت کے ٹکڑے نے منسوخ تو نہیں کر دیا. کیونکہ قرآن کریم کی کوئی آیت کوئی فقرہ کوئی لفظ کوئی شعشہ کوئی زیر اور کوئی زبر منسوخ نہیں ہوتی. اور نہ کبھی منسوخ ہوئی ہے.

پس فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اپنی جگہ پر صحیح اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اپنی جگہ پر درست ہے. لفظ رسالت میں کوئی فرق نہیں. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسُول بھی ہیں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا بالنسبۃ کے اعتبار سے آپؐ میں اور آدمؑ میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا [illegible] یعنی ایک رسُول ہی نہیں، بلکہ آپؐ [illegible] بھی ہیں. خاتم النبیین کے ارفع مقام کے لحاظ سے کوئی اور نبی برابری نہ ہو سکتی کہ وہ اس ارفع و اعلیٰ مقام کا [illegible] ہے. اس میں آپ منفرد ہیں. آپؐ [illegible]

ذوالجلال کے داہنی جانب عرشِ ربِّ کریم پر ہے جسے ہم مقام محمدیت کہتے ہیں. اس معنی میں حقیقۃً آپؐ

ایک عظیم الشان آخری نبی

ہیں. اور ہم علیٰ وجہ البصیرت آپؐ کے آخری نبی ہونے پر ایمان لاتے ہیں. وہ آخری مقام جو آپؐ کو معراج میں دکھایا گیا. اور آپؐ نے اس کی جو تصویر کھینچی ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں. اور آپؐ کو آخری نبی مانتے ہیں. ہم تو ایک لمحہ کیلئے بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے عظیم رؤیا اور کشوف اور عظیم رُوحانی تجربات کا انکار کریں. اس معنی میں آپؐ تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں. کیونکہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں. اور یہی معنے آپؐ پر چسپاں ہوتے ہیں. لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اپنی جگہ درست مگر مقامِ محمدیت مقام ختم نبوت جس کا سورۂ احزاب میں ذکر ہے اس مقام محمدیت میں منفرد ہونے کے لحاظ سے آپؐ آخری نبی ہیں. اور خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں.

تاہم وہ بنیادی حقیقت جو معراج کی رات نوعِ انسان کو دکھائی گئی وہ کچھ اور بھی بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مقام محمدیت عرشِ ربِّ کریم پر ہے. اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کوئی شخص رُوحانی رفعتوں کو حاصل کرتے کرتے ساتویں آسمان تک پہنچ جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں جگہ پائے تب بھی آپؐ کے آخری نبی ہونے میں کوئی خلل نہیں پڑتا. کیونکہ آپؐ کا مقام تو بہت بلند ہے. آپؐ آخری مقام یعنی مقام محمدیت پر فائز ہیں اور یہ وہ مقام ہے جس کے بعد کوئی اور رُوحانی مقام نہیں ہے. عرشِ ربِّ کریم کے بعد تو کوئی اَور چیز ہو ہی نہیں سکتی. آپؐ اس آخری مقام پر کھڑے ہیں جہاں تک کسی کا پہنچنا ہی ناممکن ہے. کسی کا آگے بڑھنا شرعاً ناممکن ہے. کسی کا آگے بڑھنا انسانی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ فطرت کا نچوڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے. اور آپؐ کا مقام، مقام محمدیت ہے. عرشِ ربِّ کریم ہے. اگر کوئی اُمتی آپؐ کی متابعت میں ساتویں آسمان پر بھی پہنچ گیا تو وہ ختم نبوت میں کیسے خلل انداز ہوگیا. ختم نبوت کا مقام ساتواں آسمان نہیں بلکہ اس سے بہت بلند بہت پرے ہے. اور ختم نبوت یعنی مقام محمدیت کے پرے کوئی چیز نہیں ہے عرشِ ربِّ کریم کے بعد تو کوئی اَور مقام نہیں ہے. وہاں تک کسی کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا. نہ ہی اس سے ورے رہ کر ختم نبوت پر کوئی خلل پڑتا ہے. مثلاً ہمارے سامنے پہاڑیاں ہیں. ایک شخص سب سے اونچے پتھر پر کھڑا ہے. وہاں صرف ایک ہی آدمی کھڑا ہو سکتا ہے. اب نیچے سے ایک اور شخص [illegible] چڑھتا ہے اور چڑھتے چڑھتے وہ اس جگہ تو نہیں پہنچ سکتا. دس گز ورے رہ جاتا ہے. اس کا دس گز ورے مقام حاصل کر لینے کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ وہ دُوسرا شخص پہاڑی کے آخری اور سب سے بلند مقام پر کھڑا نہیں ہوا

پس ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں اس معنی میں جس معنی میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہمارے محبوب اور پیارے ہیں آخری نبی سمجھنا چاہیئے لیکن بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی

کے باوجود کوئی شخص پہلے آسمان پر بھی نہیں جا سکتا۔ بعض کہنے والے کہتے ہیں کہ دوسرے آسمان پر بھی کوئی نہیں جا سکتا۔ کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ تیسرے آسمان پر بھی کوئی نہیں جا سکتا۔ کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ چوتھے اور پانچویں آسمان پر بھی کوئی نہیں جا سکتا۔ حالانکہ اگر آپ کی اُمت میں سے کوئی شخص حضرت آدمؑ کا رتبہ اور آپ کی رفعت حاصل کرلے تو مقام محمدیت پر اس کا کیا فرق پڑا۔ وہ تو چھ سات آسمان آپ سے نیچے ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی ساتویں آسمان تک پہنچ جاتا ہے (جس کی حدیث میں بھی خوشخبری دی گئی ہے) تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام تک پہنچنے سے ختم نبوت پر اثر پڑتا ہے تو حضرت ابراہیم کا وجود یہ اثر ڈال چکا ہے کسی اور کو رخنہ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن فی الواقع یہ امر رخنہ نہیں ڈالتا۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا ثمرہ آپ کی قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ ایک ایثار پیشہ قوم تیار ہو گئی جیسے ابراہیم علیہ السلام نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کیلئے تیار کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ مقام پر اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ کس چیز پر قربان کرنے کے لئے؟ خدا نے فرمایا تھا میرے عرش پر، میرے عرش کی رفعتوں کے حصول کے بعد میری دائیں طرف بیٹھنے والا تیری نسل میں پیدا ہونے والا ہے۔ اس فخر پر (جو تجھے نصیب ہو رہا ہے کہ وہ تیری نسل میں پیدا ہوگا) اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اپنی نسل کو اس

ممتاز اور منفرد شخصیت

پر قربان کر دو۔ گو اس کی تعبیر کچھ اور تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ظاہری طور پر اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

اس کی تعبیر یہ تھی اور تاریخ بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سینکڑوں سال تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی تیاری کرتی رہی ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ کسی جگہ ڈی سی نے آنا ہوتا ہے تو تین چار دن پہلے تیاری کی جاتی ہے۔ کمشنر صاحب کے لئے آٹھ دس دن پہلے اور صدر مملکت مثلاً امریکہ کا صدر نکسن ہو تو اس کے استقبال کے لئے لوگ کئی مہینے پہلے تیاری کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر وہ عظیم ہستی جس کے مقابل میں، جس سے ارفع کسی انسان نے پیدا نہیں ہونا تھا اس کے استقبال کے لئے صدیوں کی تیاری کی ضرورت تھی۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک قوم تیار کی جانی تھی جس نے آپؐ کا استقبال کرنا تھا۔ اور آپؐ کی قوتِ قدسیہ اور روحانی اثرات کو قبول کرنا تھا جس نے اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا تھا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے اسی طرح ہم اپنی نسلوں کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر خدا کی خاطر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ وہ ذبح عظیم ہے جس کی وجہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جان بچ گئی اور یہی وہ ذبح عظیم ہے جس کی ہزاروں مثالیں ابتدائے دورِ اسلام میں ملتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور آپؐ کے مشن کے دفاع میں میدانِ کارزار میں جو کٹی ہوئی گردنیں نظر آتی ہیں وہ

ذبحِ عظیم کی درخشندہ مثالیں

ہیں۔ ایک قوم کو تیار کرنے کا حکم تھا جو خدا کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دے۔ ایک بچے کی جان لینے سے کام نہیں بنتا۔ چنانچہ ایک جاں نثار قوم تیار ہوئی اور اس میں سے کئی بدر کے میدان میں شہید ہوئے۔ پھر وہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے یکے بعد دیگرے ہر جنگ میں شہید ہوتے رہے۔ وہ عرب کے میدانوں میں شہید ہوئے وہ روم کے میدانوں میں شہید ہوئے۔ وہ مصر کے میدانوں میں شہید ہوئے۔ وہ مغربی افریقہ کے میدانوں میں شہید ہوئے۔ وہ سپین سے آگے نکل کر فرانس کے شمالی علاقوں میں جا نکلے جو اُس وقت ترکی میں شامل تھا۔ اور پھر پولینڈ تک چلے گئے انہوں نے اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں قربان کرتے ہوئے زمین کو اپنے خون سے سُرخ کر دیا۔

پس یہ ہے وہ ذبحِ عظیم جو حضرت اسمٰعیل کی نسل سے لی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روحانی رفعتوں کے حصول پر ساتویں آسمان تک پہنچ جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محمدیت میں رخنہ اندازی کرنے والا نہیں بلکہ آپ کی عظیم روحانی مہمات میں ممد و معاون بننے والا ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کیا تھا اگر اسی طرح آج بھی آپ کا کوئی روحانی فرزند ایک ایسی جماعت کو تیار کرنے کے لئے کھڑا ہو تو پہلوں کی طرح یا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کی طرح اپنی جانوں کو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کرنے والے ہوں اور اس وجہ سے وہ شخص یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزندِ جلیل حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ساتویں آسمان تک پہنچ جائے تو کوئی جاہل ہی یہ کہے گا کہ اس سے خاتم النبیین کے اندر رخنہ پڑ گیا۔ اور خلل واقع ہو گیا۔ نہ پہلے آنے والوں کے نتیجہ میں رخنہ پڑا اور نہ بعد میں آنے والے اُمتی اور ظلی نبی کے آنے پر خلل واقع ہو سکتا ہے۔ آخری نبی کا یہی وہ مقام تھا

مقامِ محمدیت

جس کی رُو سے ہم حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھتے ہیں اور ہم آپؐ کے اس قول پر بھی یقین رکھتے ہیں جس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ دیکھو تم میں سے جو بھی تواضع اور عاجزی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو روحانی طور پر رفعتیں عطا فرمائے گا۔ مگر ایک وہ بھی ہوگا اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ جس کی عاجزی اور تواضع، جس کی اطاعتِ محمدؐ اور فنائی محمدؐ کا رتبہ اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا۔ وہ عجز کے انتہائی مقام، تواضع کے انتہائی مقام اور عشقِ محمدؐ کے انتہائی مقام سے سرفراز ہوگا۔ دراصل عجز اور انکساری عشق کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ پس جس کی یہ کیفیت ہوگی (اذا تواضع العبد) اس کے متعلق خدا وعدہ کرتا ہے رفعه الله الى السماء السابعة کہ اللہ تعالیٰ اُسے ساتویں آسمان تک پہنچا دے گا۔ اور اُسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں لے جا کر کھڑا کر دے گا۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام روحانی رفعتوں کے لحاظ سے ساتویں آسمان پر پہنچے۔ لیکن وہ پاک وجود جس نے عرشِ ربِ کریم پر جگہ پانی تھی اور ختمِ نبوت سے مشرف ہونا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعتیں آپؐ کے اس مقام میں رخنہ ڈالنے والی نہیں تھیں تو آپؐ کا وہ فرزند جس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا اور

غلبۂ اسلام کے لئے

جس کی تڑپ نے اور جس کے دل میں خدا اور اس کے رسولؐ کے پیار نے اور جس کی متضرعانہ دعاؤں نے ایک ایسی قوم پیدا کی جس نے ساری دُنیا کے ساتھ جنگ کو قبول کیا۔ لیکن حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت کا رشتہ منقطع نہیں کیا۔ اس فرزندِ جلیل کے اس روحانی رتبہ کی وجہ سے جو ساتویں آسمان پر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس سے ختمِ نبوت میں کیسے خلل پڑ گیا۔ یہ ایک سمجھنے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھائے۔

باقی ہم سمجھتے ہیں کہ جو شخص یہ مسئلہ نہیں سمجھتا وہ دراصل بُغض کی وجہ سے یا جہالت کے نتیجہ میں یا تعصب کی وجہ سے یا روحانی اقدار حاصل نہ کرنے کے نتیجہ میں ایسا کرتا ہے۔ کیونکہ اُمتِ محمدیہ کے علماء دو مختلف گروہوں (علمائے ظاہر اور علمائے باطن) میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پہلے لوگوں نے بھی اُن کے متعلق یہی کہا ہے اور اب بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم سکھایا اور ایک وہ ہے جس نے خدا سے سیکھے ہوئے کو یاد کیا۔ کچھ سمجھ کر اور کچھ بغیر سمجھنے کے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے میں اس وقت اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ بہرحال ہم بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور آخری نبی مانتے ہیں۔ اور اس محکم یقین پر قائم ہیں کہ کوئی شخص روحانی رفعتوں کے لحاظ سے پہلے، دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان پر پہنچنے کے باوجود

مقامِ ختمِ نبوت

میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ ساتویں آسمان پر پہنچ کر اس کا مقام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے نیچے مگر آپؐ کے قریب تر مقام ہوگا۔ کیونکہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے درمیان ایک پورا ساتواں آسمان حائل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ قرب نہیں پا سکے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پایا تھا۔ اسی واسطے اُن کے دل میں جب یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اُس تجلی کو دیکھیں جو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی تھی تو اس کے ہزارویں حصہ سے بھی تھوڑی جھلک کے نتیجہ میں خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (الاعراف) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو یہ نظارہ بھی دکھایا۔ لیکن جو شخص ساتویں آسمان پر پہنچ گیا وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے آپؐ سے نیچے ہے بعد نہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی قرب اور آپؐ کے قدموں کی خاک میں بیٹھنا میرے لئے فخر کا موجب ہے وہ آپؐ کے احترام کے منافی کس طرح بات کرنے والا سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ تو آپؐ کے پیار میں گم ہے اس کی رُوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیوستہ ہے، وہ تو آپؐ پر ہر آن فدا ہوتا رہا اور عاجزی سے

خدمتِ اسلام کے کاموں

میں لگا رہا۔ اس کے وجود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کارفرما رہی۔ اس کی قائم کردہ جماعت آج بھی اس بات پر فخر محسوس کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے اسی طرح چُنا جس طرح پہلے لوگوں کو چُنا تھا تاکہ وہ خواب جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی گئی تھی، وہ دوبارہ پوری ہو۔ دُنیا پھر فدائیت اور جاں نثاری کے نمونے دیکھے۔ جس طرح پہلے اسلام معروف دُنیا پر غالب آیا تھا اب پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جاں نثاروں کی قربانیاں اور جاں نثاری کے نتیجہ میں اسلام ساری معروف دُنیا پر غالب آئے، ساری دُنیا پر۔

پس یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے میں اور آپ پیدا کئے گئے ہیں۔ باقی کسی کو مومن کہنا اور کسی کو کافر کہنا یہ دو طرح سے ہوتا ہے۔ جس شخص نے اپنا ایمان کسی انسان مثلاً زید کے فتوے کے نتیجہ میں حاصل کیا ہو اس شخص کا ایمان اسی شخص کے کفر کے نتیجہ میں زائل ہو سکتا ہے۔ اور ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ اس "زید" نے اس کو مومن

کہتا ہے۔ اگر زید بکر کو مومن کہتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ مجھے چونکہ زید نے مومن کہا ہے اس لئے میں مومن ہوں۔ زید اگر کسی وقت بکر کو کافر کہے تو وہ کافر ہوگیا کیونکہ اس کے ایمان کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں بلکہ زید کا فتویٰ ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو ایمان خدا سے حاصل ہوا ہو اور اس حقیقت کے بعد حاصل ہوا ہو کہ لَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی۔ جس شخص کو

خدا تعالیٰ نے مومن کہا ہے

خدا کا کوئی بندہ اگر اُسے ہزار دفعہ کافر کہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ اُس نے اپنا ایمان انسان کے فتوے سے حاصل نہیں کیا۔ نہ کسی "سیاسی اقتدار" کی سند ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا یہ واقعہ بڑا اہم، بڑا عجیب، بڑا دلچسپ، بڑا پیارا اور بڑی بنیادی حیثیت کا حامل ہے اور وہ یہ کہ ابھی آپ کو بیعت لینے کا حکم نہیں ملا تھا کہ ہندوستان کے چوٹی کے دو سو علماء نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ آپ کے گھر دو سو چوٹی کے علماء کے فتوے تو تھے لیکن آپ کے گھر میں کوئی احمدی نہ تھا کیونکہ ابھی آپ نے بیعت لینی شروع نہ کی تھی۔ ابھی آپ کو

بیعت لینے کا حکم

نہیں ملا تھا۔ پھر دیکھیے وہ جو پہلے دو سو تھے اسّی سال میں ہزاروں ہو گئے۔ بالفاظ دیگر دو سو فتوے ہزاروں فتووں کا رنگ اختیار کر گئے۔ مگر وہ جو اکیلا تھا جس کے ساتھ شروع میں ایک بھی احمدی نہ تھا اس کی آواز جو قرآن کریم کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے پیار سے بھرپور ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں SATURATED (سیچوریٹڈ) ہے۔ یعنی ایسی محبت جس سے زیادہ محبت ہو ہی نہیں سکتی یہ آواز ساری دنیا میں گونج رہی ہے اور کفر کے فتوے اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکے۔ وہ لوگوں کو خوابوں کے ذریعہ بتاتا ہے ان کی

عقل و فراست میں ایک چمک

اور نور پیدا کرتا ہے۔ اور انہیں مسئلے سمجھ آجاتے ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی بار بتایا ہے یہ اسی چمک کا نتیجہ تھا کہ افریقہ کے ایک بہت بڑے افسر کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ہمارا یہ اندازہ ہے کہ دس سال تک ہمارے ملک میں احمدیوں کی اکثریت ہو جائے گی۔ جب اکثریت احمدیوں کی ہوگی اس وقت تم نے بیعت کی تو کیا فائدہ اس واسطے تم ابھی جا کر بیعت کر لو۔ اب یہ کوئی عقلی دلیل تو نہیں۔ البتہ فراست کی ایک چمک ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دماغ میں یہ بات ڈالی اور اس نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی۔

عرب کے ایک ملک میں ایک جگہ ایک شخص اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک احمدی دوست سے ملا۔ اس احمدی دوست نے جب احمدیت کے متعلق باتیں کیں تو اس نے کہا میری بیعت لو۔ ہمارے اس دوست نے کہا تمہیں احمدیت کا کچھ پتہ نہیں۔ تم نے سلسلہ کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد بڑا شور مچتا ہے۔ راستے میں کانٹے بکھیرے جاتے ہیں۔ یہ پھولوں کی کوئی سیج تو نہیں جس پر تم نے لیٹنا ہے۔ اس لئے پہلے مجھ سے کتابیں لو، ان کو پڑھو، سوچو اور دعائیں کرو۔ پھر شرح صدر کے بعد بیعت کرو۔ وہ کہنے لگا کہ نہیں میں نے ابھی بیعت کرنی ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ میں ایک دوسرے ملک کا رہنے والا ہوں۔ میرے والد کی وفات پر کئی سال گذر چکے ہیں۔ میرے والد کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور ہمیں وصیت کی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ

امام مہدی ظاہر ہو چکا ہے

میرا باپ وصیت کرتے وقت زار و قطار رو رہا تھا کہ میں بدقسمت انسان ہوں مجھے امام مہدی کی شناخت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ مجھے ان کا پتہ نہیں لگ سکا۔ اس لئے میں تمہیں (اپنے بیٹوں کو) یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم جب بھی امام مہدی کا ذکر سنو فوراً بیعت کر لینا اور ان کی جماعت میں شامل ہو جانا۔ اب بتاؤ کیا یہ کسی مبلغ کا کام رہ جاتا ہے؟ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو آسمانوں سے نازل ہوتے اور دلوں میں تبدیلی پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ تو انشاء اللہ ہوتا چلا جائے گا۔ تاہم خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ فرمایا ہے کہ دین متین، اسلام کی تبلیغ کرتے رہا کرو۔ تمہیں ثواب دے دیا کروں گا۔ یہ کام تو دراصل خدا کا ہے وہ کر رہا ہے۔

میں یہ بتا رہا ہوں کہ دنیا جہان کے علماء ظاہر نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین فرزند جلیل پر کفر کے فتوے لگائے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کفر کے فتووں کو قبول نہیں کیا۔ اگر وہ انہیں قبول کر لیتا تو احمدیت کو مٹانے کے لئے ایک آدمی کا فتویٰ کافی تھا۔ پس اگرچہ احمدیت کو مٹانے کے لئے ساری دنیا اکٹھی ہوگئی غلبۂ اسلام کی مہم کو ناکام بنانے کے لئے ایک جہان جمع ہوگیا لیکن خدائے قادر و توانا کے دست قدرت سے جاری ہونے والی مہم کی راہ میں نہ دنیا کے جتھے، نہ دنیا کے اموال اور نہ لوگوں کے فتوے روک بن سکے

یہ مہم روز افزوں ترقی پر ہے

پس یہ تو صحیح ہے مگر دوست اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ اس مقصد کے لئے ہمیں قربانی دینی ہوگی اور وہ ہمیں دینی پڑے گی لیکن دنیا کی کوئی طاقت غلبۂ اسلام کی اس مہم کو ناکام نہیں بنا سکتی نہیں بنا سکتی نہیں بنا سکتی۔ یہ تو انشاء اللہ کبھی نہیں ہوگا کیونکہ خدا اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ وہ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔ یہ تو پیار کا ایک عظیم سلوک ہے۔ تاہم جہاں پیار کی تقسیم کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں بعض شرائط رکھی جاتی ہیں۔

چنانچہ ہمارے زمانے میں یہ فرمایا ہے کہ تم قربانی دو۔ اپنی بساط کے مطابق ایثار دکھاؤ [illegible] اپنی توفیق اور استعداد [illegible] مجھ سے ڈرو کسی اور [illegible] چنانچہ احمدیت کے خلاف ساری دنیا اکٹھی [illegible] اور کس سے ڈرے۔ یہاں [illegible] مخالفت۔ مگر یہاں بھی [illegible] ہر جگہ احمدیت ترقی کر رہی ہے۔ یورپ [illegible] امریکہ میں بھی۔ جزائر میں بھی۔ اور افریقہ میں بھی۔ مشرقی افریقہ میں بھی اور مغربی افریقہ میں بھی۔ جنوبی افریقہ میں بھی اور شمالی افریقہ میں بھی احمدیت پھیل رہی ہے۔

چنانچہ بعض دوستوں کے عجیب و غریب حالات سامنے آتے رہتے ہیں۔ [illegible] عراق کے ایک بہت بڑے عالم اور مؤتمر عالم اسلامی کے رکن احمدی تھے لیکن بعض حالات کی وجہ سے (قرآن کریم نے بھی بعض حالات میں اخفاء کی اجازت دی ہے) ہمارے ساتھ ان کا ملاپ نہیں تھا۔ ایک دفعہ جب وہ اپنے ملک سے باہر مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں شریک ہونے کے لئے گئے تو انہوں نے مجھے بڑے پیار کا خط لکھا۔ بالکل ایسے ہی جیسے یہاں سے مخلصین خط لکھتے ہیں حالانکہ وہ اتنی دور بیٹھے ہوئے تھے اُن سے ہماری خط و کتابت بھی نہیں تھی۔ لیکن پیار کے اظہار کے لئے معین الفاظ نہیں ہوا کرتے۔ پیار تو الفاظ میں سے خود بخود پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ان کا خط مجھے ملا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی حمد کی۔

اسی طرح پچھلے سال کی بات ہے

ایک احمدی دوست ترکی گئے

ان کو ایک ترک ملا۔ کہنے لگا کہ آپ کا جماعت احمدیہ سے تعلق ہے۔ میری بوڑھی ماں احمدی ہے اور چونکہ وہ بہت بوڑھی ہو چکی ہے ہوٹل میں نہیں آسکتی۔ آپ وہاں گھر پر چلیں تو اُسے بڑی خوشی ہوگی۔ وہ بڑھیا پتہ نہیں کب سے احمدی ہے لیکن ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ کس طرح احمدی ہوئی کن حالات میں احمدی ہوئی۔ اس تک احمدیت کا پیغام کیسے پہنچا۔ میں سمجھتا ہوں اس قسم کے بوڑھے لوگ شاید درجنوں اور بھی ہوں۔ میری خواہش ہے ہم کوشش بھی کریں گے ان سے ملاپ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ زندگی دے۔ پتہ تو لگے گا کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے احمدیت کے پیغام کو کن راہوں سے لوگوں تک لے گئے اور اس طرح ان کے دلوں میں ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام خاتمیت میں منفرد ہیں۔ آپ کے سوا کسی شخص کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور

روحانی رفعتوں کے لحاظ سے

آپ آخری نبی ہیں۔ آپ اُس وقت سے آخری نبی ہیں جس وقت ابھی آدم کو نبوت تو کیا ابھی یہ مادی وجود بھی عطا نہ ہوا تھا۔ غرض سب نبوتیں نبوت محمدیہ کے تحت حاصل کی گئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی نبوت کی خاطر اور اسی مقام محمدیت کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا تھا۔ اس لئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی رفعت ساتویں آسمان تک پہنچنے کے باوجود ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی روحانی رفعت پہلے آسمان تک پہنچنے کے باوجود ختم نبوت میں خلل اندازی نہیں کر رہی۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ میرے روحانی فرزند یعنی علماء باطن جو میرے قرآنی علوم حاصل کر کے قرآن کریم کی شریعت کو زندہ اور تابندہ رکھیں گے۔ اور ہر [illegible] آتے رہیں گے وہ بھی انبیاء کی طرح ہیں۔ جن میں سے

کوئی پہلے آسمان تک پہنچا

کوئی دوسرے پر، کوئی تیسرے پر، کوئی چوتھے پر، کوئی پانچویں پر، کوئی چھٹے پر اور ایک ایسا بھی پیدا ہوگا جو انتہائی عاجزی اور عشق کے سارے مراحل طے کرنے کے بعد اور محبت کی انتہائی رفعتوں کو پا لینے کی وجہ سے ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم کے پہلو میں جا پہنچے گا اور سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ پائے گا۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی رفعت ساتویں آسمان تک پہنچنے پر ختم نبوت کے منافی نہیں پڑتی۔ اسی طرح حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم روحانی فرزند کی روحانی رفعت ساتویں آسمان تک، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمدیت میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کرتی۔

دوسرے یہ تصویر یہ حقیقت معراج ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ کسی کی روحانی رفعتیں سارے آسمانوں میں محصور ہونے کی وجہ سے مقام ختم نبوت میں کوئی خلل نہیں ڈالتیں۔ کیونکہ وہ ارفع مقام اس کے اُوپر کا مقام ہے اور ہمیں کہا گیا ہے کہ روحانی رفعتوں کے حصول کے لئے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کوشش کرو۔ ہمیں

یہ بشارت بھی دی گئی ہے

کہ امت محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا فرزند جلیل پیدا ہوگا جو ساتویں آسمان تک پہنچ جائے گا۔ تاہم اس کا مقام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔

تیسرے یہ کہ جو شخص انسان کے فتووں سے مومن بنتا ہے انسان کے کفر کے فتوے اس کا ایمان چھین سکتے ہیں۔ مگر جو شخص خدا تعالیٰ کی بشارت کے مطابق ایمان حاصل کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کو پاتا ہے خدا تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہستی اس کے ایمان کو چھین نہیں سکتی خواہ ساری دنیا ہی زور کیوں نہ لگائے۔

محامدِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اقتباسات از تحریرات و ملفوظات حضرت مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام

جماعتِ احمدیہ ختمِ نبوت پر بدل وجان ایمان رکھتی ہے۔ اور ہر احمدی خدا کے فضل سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ ذیل میں بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدیٔ معہود و مسیح موعود ؑ کی کتب، تقاریر اور ملفوظات میں سے جو اقتباسات درج کئے جا رہے ہیں اُن میں جس طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع و اعلیٰ شان کو ظاہر کیا گیا ہے اس کی نظیر اس زمانہ میں اور کسی بھی مصنف اور مقرر کی نگارشات اور تقاریر سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ ایسے نکات اپنی کمیت و کیفیت کے لحاظ سے اس قدر زیادہ ہیں کہ حضور کی کتب اور تقاریر کے صدہا صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اخبار بدر کے خاتم النبیین ؐ نمبر کی گنجائش کے پیشِ نظر ذیل میں ان صدہا مقامات میں سے بطور نمونہ صرف چند حوالہ جات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کا مطالعہ قارئین کرام کے لئے علمی بصیرت اور حقیقتِ الامر تک پہنچنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا:-

①

ایک موقعہ پر حضور فرماتے ہیں:-

" ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبِّ لباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالےٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبۂ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم خاتم کتبِ سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اُس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی رتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸)

②

" اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے وہ تمام انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا وہی خدا ہے۔ جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اُس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۷)

" جب ہم انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی ؐ اور زندہ نبی ؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی ؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔"

(سراجِ منیر صفحہ ۴)

③

" اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی وجہ سے خدا تعالےٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں۔ اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۳)

④

" اگر کوئی زندہ نبی ہے تو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اکثر اکابر نے حیات النبی ؐ پر کتابیں لکھی ہیں۔ اور ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایسے زبردست ثبوت ہیں کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات ہے کہ زندہ نبی وہی ہو سکتا ہے جس کے برکات اور فیوض ہمیشہ کے لئے جاری ہوں۔"

(الحکم ۱۷ر فروری ۱۹۰۴ء)

⑤

" وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا..... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا۔ اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعثت اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(اتمام الحجۃ صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

⑥

" ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ سچائی کے لئے ایک مجددِ اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں۔ کہ آپ ؐ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ ؐ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ؐ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولا اُتار کر توحید کا جامہ پہن لیا۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ لوگ اعلےٰ مراتبِ ایمان کو پہنچ گئے۔ اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصے میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا۔ اور طبعاً ایک عظیم الشان مُصلح کا خواستگار تھا۔ اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جبکہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہِ راست اختیار کر چکے تھے۔ اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے اور دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا۔ اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا۔ اور روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ اُن کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے۔ مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔

پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے۔ جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے۔ اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ اور کوئی شاخ فطرتِ انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵۰ مطبوعہ ۱۹۰۴ء)

⑦

" ہم نے قرآن کریم کو اپنی کتاب کے طور پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔ ہم آپ کے بعد نہ تو حقیقی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ القرآن کے مدعی ہیں۔ اور ہم اس بات کی شہادت دیتے

ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، خیر المرسلین اور شفیع المذنبین ہیں ۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۲۴)

(۸)

"مَیں بڑے یقین اور دعوے سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوت تم ہو گئے ۔ وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپ ے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے ۔ اور آپ ی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوت کو چھوڑتا ہے ۔ مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اَور کو نبی یقین کرتا ہے ۔ اور آپ کی ختمِ نبوت توڑتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا جس کے پاس وہی مُہرِ نبوتِ محمدی نہ ہو ۔"

(الحکم ۱۰ر جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

(۹)

"مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا ۔ اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا ۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی، وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دُنیا میں لایا ۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ محبت کی ۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی ۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مُرادیں اس کی زندگی ں اس کو دیں ۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے ۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے ہ انسان نہیں بلکہ ذریّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے ۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُن کو عطا کیا گیا ہے، جو س کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے ۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے، ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ یں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی ۔ زندہ خدا کی شناخت اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں ۔ اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے ۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے ۔ اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

(۱۰)

"وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا ۔ نجوم میں نہیں تھا ۔ قمر میں نہیں تھا ۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا ۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا ۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا ۔ صرف انسان میں تھا ۔ یعنی انسانِ کامل جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء، سید الاخیار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۱۰)

(۱۱)

"نجات یافتہ کون ہے ؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں ۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسُول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے ۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے ۔ اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضۂ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

(۱۲)

"نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو ۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

(۱۳)

"ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے خُدا کا اُس پر بڑا ہی فضل ہے ۔ وہ خدا تو نہیں مگر اس کے ذریعہ سے ہم نے خُدا کو دیکھ لیا ہے ۔ اس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے، خُدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے .... ہم کیا چیز ہیں، جو اس شکر کو ادا کر سکیں کہ وہ خدا جو دوسروں پر مخفی ہے اور وہ پوشیدہ طاقت جو دوسروں سے نہاں در نہاں ہے وہ ذُو الجلال خدا محض اس نبی کریم کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر ہو گیا ۔"

(تتمہ چشمہ معرفت صفحہ ۹، ۱۰)

"میں کھول کر کہتا ہوں اور یہی میرا عقیدہ اور مذہب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور نقشِ قدم پر چلنے کے بغیر کوئی انسان کوئی رُوحانی فیض اور فضل حاصل نہیں کر سکتا ۔"

(ملفوظات جلد ۸
صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳)

(۱۴)

"میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ۔ ورنہ نہیں ۔ آپؐ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں ۔"

(ملفوظات جلد ۸
صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵)

"اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں ۔ اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے اور جو گذر چکا ۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۸۷)

(۱۵)

"خُدا وہی ہے جس نے قرآن کو نازل کیا ۔ اور جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ..... جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے ۔ یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے ۔ حالانکہ زندہ ہونے کی علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پاتا ہوں ۔ وہ جس کو دُنیا نہیں جانتی ہم نے اُس خدا کو اِس نبیؐ کے ذریعہ سے دیکھ لیا ۔ اور وہ وحیٔ الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے ہمارے پر محض اِس نبیؐ کی برکت سے کھولا گیا ۔ اور وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں، ہم نے اُس نبیؐ کے ذریعہ سے وہ معجزات بھی دیکھ لئے ۔ اور ہم نے اس نبیؐ کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں مگر تعجب کہ دُنیا اس سے بے خبر ہے ...... خدا تو تمہیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ تم اس رسُول کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو ۔"

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۳-۲۴-۲۵
مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

(۱۶)

"مَیں اُسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اُس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے موسیٰؑ سے اور مسیح ابنِ مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہُوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی ۔ ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہُوا ۔ اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا ۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں ۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا ۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو ۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۴، ۲۵)

(۱۷)

"اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے اُن کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو ! اُٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا میں کوئی نظیر نہیں ۔"

(تبلیغِ رسالت جلد ۶ صفحہ ۹)

(۱۸)

"اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دُنیا کا مربیٔ اعظم ہے ۔ یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فسادِ اعظم دُنیا کا اصلاح پذیر ہُوا جس نے توحیدِ گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا ۔ جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حُجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر ایک گمراہ کے شبہات مٹائے ۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم حاشیہ ۱۱ صفحہ ۱۰۶)

ترتیب و پیش کش : جاوید اقبال اختر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں احمد کے ترانے

اِنتخاب از منظوم کلامِ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السّلام

①

(بزبان عربی)

یَا لَلْفَتٰی مَا حُسْنُہٗ وَ جَمَالُہٗ ۱ رَیَّاہُ یُصْبِی الْقَلْبَ کَالرَّیْحَانِ

وَجْہُ الْمُھَیْمِنِ ظَاھِرٌ فِیْ وَجْھِہٖ ۲ وَشُئُوْنُہٗ لَمَعَتْ بِھٰذَا الشَّانِ

لَاشَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی ۳ رَیْقُ الْکِرَامِ وَ نُخْبَۃُ الْاَعْیَانِ

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ ۴ خُتِمَتْ بِہٖ نَعْمَاءُ کُلِّ زَمَانِ

وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرَدَافَۃٍ ۵ وَبِہِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّۃِ السُّلْطَانِ

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا ۶ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِیْ

یَاحِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّۃً ۷ فِیْ مُھْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَجَنَانِیْ

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا ۸ یَالَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

ترجمہ: (۱) واہ کیا ہی خوش شکل اور خوبصورت جوان ہے جس کی خوشبو دِل کو ریحان کی طرح شیفتہ کر لیتی ہے۔

(۲)۔ اس کے چہرے سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ اور اس کی شان سے خدا کی شان نمایاں ہو گئی ہے۔

(۳)۔ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر الورٰی، برگزیدۂ کرام اور چیدۂ اعیان ہیں۔

(۴)۔ ہر قسم کی فضیلت کی صفتیں آپؐ کے وجود میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپکی ذات پر ختم ہیں۔

(۵)۔ بخدا آنحضرتؐ شاہی دربار کے ربِّ اعلیٰ افسر کی طرح ہیں۔ اور آپؐ ہی کے ذریعہ سے بارِ سلطانی میں رسائی ممکن ہے۔

(۶)۔ اے میرے ربّ! اپنے اس نبیؐ پر ہمیشہ درود بھیج۔ اس دُنیا میں بھی اور دوسرے بعث میں بھی۔

(۷)۔ اے میرے محبوب! تیری محبت میری جان، میرے دِل و دماغ میں رچ گئی ہے۔

(۸)۔ میرا جسم وفورِ شوق سے تیری طرف اُڑا چلا جاتا ہے۔ اے کاش! مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔

②

(بزبان فارسی)

در دِلم جوشد ثنائے سرورے ۱ آنکہ در خُوبی ندارد ہمسرے

مے پریدم سُوئے کُوئے اُو مدام ۲ من اگر مے داشتم بال و پرے

اُمّی و درِ علم و حکمت بے نظیر ۳ زیں چہ باشد حُجّتے روشن ترے

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال ۴ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

جان و دِلم فدائے جمالِ محمدؐ است ۵ خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش ۶ در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم ۷ یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است ۸ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

ترجمہ: (۱) میرے دل میں ایک سردار کی ثنا جوش مار رہی ہے جو خوبی میں اپنا کوئی ہمسر نہیں رکھتا۔

(۲)۔ اگر میرے پر ہوتے تو میں اُڑ کر اُس کی گلی میں پہنچتا۔ (۳) لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے باوجود آپ علم و حکمت میں بے نظیر ہیں۔ آپؐ کے سچا ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کوئی روشن دلیل ہو سکتی ہے؟

(۴)۔ آپؐ کے پاک وجود پر ہر ایک کمال ختم ہوا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک پیغمبر کے دَور کا اختتام ہو گیا۔ (۵) میری جان اور دِل محمدؐ کے جمال پر فدا ہے۔ میری خاک محمدؐ کی آل کے کوچے پر نثار ہے۔ (٦) مَیں نے دِل کی آنکھوں سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سُنا ہے کہ ہر ایک مقام میں محمدؐ کے جمال کی ندا گونج رہی ہے۔ (۷) یہ جاری چشمہ جو مَیں لوگوں کو پلا رہا ہوں محمدؐ کے کمال کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ (۸) یہ میری آگ محمدؐ کی محبت کی آگ سے روشن شُدہ ہے اور یہ میرا پانی محمدؐ کے مُصفّا پانی سے حاصل شُدہ ہے۔

③

(بزبان اُردو)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دِلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الورٰی یہی ہے

پہلوں سے خُوب تر ہے خُوبی میں اِک قمر ہے
اس پر ہر اِک نظر ہے بدر الدُّجیٰ یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مُرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دِکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

وہ دِلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہُوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں؟ بس فیصلہ یہی ہے

○

مصطفےٰؐ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مِری جاں کو مدام
دِل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالَم میں
لاجَرَم غیروں سے دِل اپنا چھڑایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمُور مِرا ہر ذرّہ
اپنے سینے میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل سے نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھُو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجَرَم در پہ ترے سر کو جھُکایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اَے خیرِ رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

○

حضرت سرورِ عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان

کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات

(۱) کُلُّ بَرَکَۃٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ ۔ (حقیقۃ الوحی ص۷)

ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بڑا مبارک وہ ہے جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔

(۲) پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار (حقیقۃ الوحی ص۸۳)

(۳) آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم آئے۔ آگئی عزت اور سلامتی۔ (اخبار بدر جلد ۶ ص۳۳)

(۴) صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۲)

درود بھیج محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے۔

(۵) کشفی حالت میں دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور اُن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں کہ ھٰذَا بِمَا صَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (حقیقۃ الوحی ص۱۲۸ حاشیہ)

(ترجمہ) یہ نزولِ انوار اُس درود شریف کی وجہ سے ہے جو تم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجا ہے۔

(۶) صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ الصَّلٰوۃَ. ھُوَ الْمُرَبِّیْ ۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۴۲)

محمدؐ رسول اللہ اور محمدؐ رسول اللہ کی آل پر ہمیشہ التزام کے ساتھ بہتر سے بہتر طور پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے حقیقی ذریعۂ تربیت اُسی کے وجود باجود کو بنایا ہے۔

(۷)
برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(حقیقۃ الوحی ص۲۸۴ حاشیہ)

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفیٰؐ
این است کامِ دل اگر آید میسرم

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدرگاہِ ذی شانِ خیر الانام — شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام — یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اِک غلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں — جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں — کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلقِ کامل زہے حُسنِ تام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی — بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی — کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہُوا آپؐ کے دَم سے اس کا قیام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

محبت سے گھائل کِیا آپؐ نے — دلائل سے قائل کِیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کِیا آپؐ نے — شریعت کو کامل کِیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال اور حرام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

نبوّت کے تھے جس قدر بھی کمال — وہ سب آپؐ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال — ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لِیا ظُلم کا عفو سے انتقام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

مقدّس حیات اور مُطہّر مذاق — اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق — کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

علمدارِ عُشّاقِ ذاتِ یگاں — سپہدارِ افواجِ قدّوسیاں
معارف کا اِک قُلزمِ بیکراں — افاضات میں زندۂ جاوداں
پِلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

○

سیدنا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے وحی و نزولِ جبرائیل کے متعلق

صحیح اسلامی نظریہ

از افادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

جماعت احمدیہ کے خلاف ناواقف مسلمانوں کو بھڑکانے اور جماعت سے بدظن کرنے کے لئے علماء کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے وحی اور نزولِ جبرائیل بند ہے۔ اس لئے جو کوئی آنحضورؐ کے بعد ... دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر وحی اور الہام نازل ہوتا ہے۔ اور جبرائیل نزول فرماتا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ لیکن علماء کی یہ بات خود اسلامی نظریہ کے منافی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اور مستند احادیث کے حوالوں اور خدا ترس علماء کی اپنی گواہی سے علماء کی بات کی صریح تغلیط ہوتی ہے۔ بلکہ امتِ محمدیہ میں وحی و الہام کے اجراء ہی سے تو اس امت کی دیگر امتوں پر امتیازی شان قائم رہتی ہے۔ جبکہ دیگر امتیں بھی تو اس بات پر مُصر ہیں کہ ان کے نبی کے بعد وحی و الہام کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔ اسلام نے آکر منجملہ ان غلطیوں کی اصلاح کے ایک اس غلطی کی اصلاح بھی کی۔ اور اس پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی۔ افسوس کہ آج کے علماء چند نفسانی خواہشات کے پیشِ نظر ہی سے اسلام کی اس امتیازی شان کو بھی گرا دینا چاہتے ہیں۔ ذیل میں اس مسئلہ کی تفصیلی بحث بڑے اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

ایڈیٹر بدر

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اسلام میں وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام میں مولویوں کی کوئی حیثیت نہیں وہ محض ایک مدرس اور قانون کی تشریح کرنے والے لوگ کہلائیں گے۔ اس سے زیادہ ان کو لوگوں پر کوئی حکومت حاصل نہیں۔ خدا رسیدہ اور اللہ تعالیٰ سے وحی پانے والے لوگ اگر دنیا میں آتے رہیں تو Priest hood کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ Priest hood اسی وقت رہتی ہے جب کہ وحی کا زمانہ دور ہو جاتا ہے اور لوگ نقل اور تقلید پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سے لے کر عزرا نبی تک کوئی ملّا ازم نہیں تھا۔ کیونکہ متواتر نبی آتے رہے تھے عزرا کے بعد جب نبیوں کے آنے میں وقفہ پڑا۔ تب سے احبار اور ربّی وغیرہ پیدا ہونے شروع ہوئے جیسا کہ فریسیوں اور صدوقیوں وغیرہ کی تاریخ سے ثابت ہے۔ پس علماء کا اس معاملہ میں جوش دکھانا۔ ان کی ذاتی اغراض کے ماتحت تھا۔ عوام الناس کا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ عوام الناس تو جھوٹ بول بول کر ادھر ادھر سے کر فساد پر آمادہ کئے گئے۔ ہمارے ملک کے اکثر افراد تو پیروں کے ماننے والے ہیں۔ اہل حدیث تو بہت ہی کم ہیں۔ پیر اہلِ حدیث کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو وحی و الہام کا قائل ہے۔ اور بزرگوں کو مانتا ہے۔ اور ان کی بیعت کرتا ہے۔ جیسا کہ مولانا داؤد صاحب غزنوی کے والد کا عقیدہ تھا اور ان کے والد مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی نے اپنی کتاب "اثبات الالہام والبیعۃ" میں لکھا ہے کہ "مسئلہ الہام دہ حلت و حرمت کا نہ

نہیں۔ جو اس کا ثبوت صحابہ اور تابعین سے ضرور ہونا چاہئیے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ایں دم تک اگر کسی نے بھی دعویٰ نہ کیا ہو۔ اور آج ایک شخص متقی اور صالح دعویٰ کرے کہ مجھے الہام ہوتا ہے۔ اور مجھے غیب سے آواز آتی ہے۔ تو بھی اس کو سچا جانیں گے۔ اور بحکم شریعت تمام اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ اس کو سچا سمجھیں"۔

(صفحہ ۱۳۸)

جس ملک کی اکثریت وحی و الہام کی قائل ہو۔ ایسے ملک میں اس بات پر شور مچانا کہ مرزا صاحب وحی کے مدعی ہیں کس کی سمجھ میں آسکتا ہے؟ سامعین تو اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں، جو کہ ان لوگوں کے ماننے والے ہیں، جو کہ وحی و الہام کے مدعی ہیں۔ ہمارے ملک میں کتنے عوام ہیں جو کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو نہیں مانتے۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی صاف طور پر کہتے ہیں کہ ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

(دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ صفحہ ۲۵)

یعنی ہر لحظہ اور ہر گھڑی جبرئیل معینؒ کے اندر یہ بات پھونکتا ہے۔ اس لئے میں نہیں کہتا، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ میں عیسیٰ ثانی بن گیا ہوں۔ یہاں صاف طور پر وحی کا دعویٰ ہے۔ جبرئیلؑ کے اترنے کا دعویٰ ہے مسیح ثانی ہونے کا دعویٰ ہے باوجود اس کے سو فی صد مسلمان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو اپنا مقتدا اور مسلمانوں کا بہت بڑا ولی سمجھتے ہیں۔ اگر وحی کا دعویٰ کسی انسان کو کافر اور گمراہ بنا دیتا ہے۔ تو کیا یہی مولوی جرأت کر سکتے ہیں کہ پبلک میں کھڑے ہو کر کہیں کہ مرزا صاحبؑ کا وہی دعویٰ ہے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والے کافر اور گمراہ ہوتے ہیں۔

مسلمانوں میں سے اکثر صوفیاء حضرت محی الدین ابن عربی کو صوفیاء کا سردار قرار دیتے ہیں اور محی الدین ابن عربی بھی اجرائے وحی کے قائل ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:-

فان قلت قد ذکر الغزالی فی بعض کتبه ان من الفرق بین تنزل الوحی علی قلب الانبیاء وتنزله علی قلوب الاولیاء نزول الملك فان الولی یلهم ولا ینزل علیه ملك قط والنبی لابد له فی الوحی من نزول الملك به فهل ذالك صحیح فالجواب کما قاله الشیخ فی الباب الرابع والستین والثلاث مائة ان ذالك غلط والحق ان الکلام فی الفرق بینهما انما هو فی کیفیة ما ینزل به الملك لا فی نزول الملك۔

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۵ مصنفہ امام عبدالوہاب شعرانی)

یعنی اگر تو کہے کہ غزالیؒ نے اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ انبیاء کے دلوں پر وحی کے نزول اور اولیاء کے دلوں پر وحی کے نزول میں مابہ الامتیاز فرشتہ کا نزول ہے۔ اللہ تعالیٰ ولیوں پر وحی تو کرتا ہے۔ مگر ان پر فرشتہ کبھی نہیں اترتا۔ اور نبی کے لئے ضروری ہے کہ فرشتہ اس پر وحی لے کر نازل ہو۔ تو کیا یہ بات صحیح ہے۔ اس کا جواب وہی ہے جو حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ کے ۳۶۴ ویں باب میں بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ غلط ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ نبیوں اور ولیوں کی وحی میں فرق صرف وحی کے مضمون میں ہوتا ہے۔ نہ کہ فرشتے کے نازل ہونے یا نہ نازل ہونے کا فرق۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی کے نزدیک بھی جو سردارِ صوفیاء کہلاتے ہیں (تفہیمات الٰہیہ از شاہ ولی اللہ صاحب جلد ۱ صفحہ ۳۳) اور حضرت امام غزالی کے نزدیک بھی وحی نہ صرف نبیوں پر اترتی ہے بلکہ ولیوں پر بھی اترتی ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک تو نبیوں پر وحی فرشتوں کے ذریعہ اترتی ہے اور ولیوں پر بغیر فرشتوں کے۔ مگر حضرت محی الدین ابن عربی کے نزدیک ان کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ولیوں پر بھی فرشتوں ہی کے ذریعہ وحی اترتی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ نبیوں کی وحی میں اور قسم کے امور ہوتے ہیں۔ اور ولیوں کی وحی میں اور قسم کے امور یعنی نبیوں کی وحی شریعت وغیرہ امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور ولیوں کی وحی میں یہ بات نہیں ہوتی۔ پس وحی کا نزول یا فرشتہ کے نزول کا عقیدہ کوئی نئی چیز نہیں خود قرآن کریم ہی اس بات کا مدعی ہے کہ:-

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا

مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ
(حٰمٓ سجدہ ۲۴/۱۸)

وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر عمل کے ساتھ اس پر قائم ہو جاتے ہیں۔ فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں۔ اور ان سے کہتے ہیں نہ تو آئندہ کا کوئی خوف دل میں رکھو اور نہ کسی گذشتہ نقصان پر غم کھاؤ۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف سے اس جنّت کی، جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے خبر سن لو ہم اس دنیا میں بھی (خدا کے حکم کے ساتھ) تمہارے ساتھ رہیں گے اور اسی طرح بعد میں آنے والی دنیا میں بھی۔ اور تم کو اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی جو کچھ تم چاہتے ہو اور جو کچھ مانگتے ہو ملے گا۔ یہ خدائے بخشندہ اور مہربان کی طرف سے تمہارے لئے بطور اعزاز ظاہر ہوگا۔ اس آیت میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض لوگوں پر فرشتے نازل ہوں گے۔ اور انہیں خدا کا پیغام پہنچائیں گے چنانچہ اس آیت کے ماتحت تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ:۔

نلھمکم الحق ونحملکم علی الخیر بدل ماکانت الشیاطین تفعل بالکفرۃ
(تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ مطبع احمدی دہلی)

یعنی جس طرح شیطان کفار کے دلوں میں بُرے خیالات پیدا کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو سچی باتوں کا الہام کریں گے اور نیک باتوں پر عمل کرنے کی ان کو تحریص کریں گے۔

اسی طرح قرآن کریم میں مخلص مسلمانوں کی وفات کے وقت بھی فرشتوں کے ذریعہ وحی نازل ہونے کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
(سورہ نحل ۴/۱۳)

یعنی وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں نکالتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو اپنے اعمال نیک کی وجہ سے اب موعودہ جنّت میں داخل ہو جاؤ اور یہ آیت تو اس بارہ میں مزید وضاحت کر دیتی ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اعراف ۵/۴)

اے بنی آدم (یہ آیت مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہی گئی ہے) اگر تمہاری طرف ہمارے رسول آئیں۔ اور تم کو ہمارے نشانات اور احکام سنائیں تو جو اصلاح سے کام لے گا۔ اور تقویٰ کرے گا۔ اسے نہ آئندہ کا خوف ہوگا اور نہ گذشتہ کا غم۔

خود حدیثوں میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی وحی صحابہ رضی اللہ عنہم پر نازل ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عبداللہ بن زید ایک صحابی تھے اللہ تعالےٰ نے ان کو وحی کے ذریعے اذان سکھائی تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کی وحی پر انحصار کرتے ہوئے، مسلمانوں میں اذان کا رواج ڈالا تھا۔ بعد میں قرآنی وحی نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالےٰ نے یہی اذان سکھائی تھی مگر بیس دن تک میں خاموش رہا اس خیال سے کہ ایک اور شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کر چکا ہے۔
(سنن ابو داؤد جزء اول مطبوعہ مصر صفحہ ۸۳/۸۸
سنن ابن ماجہ جزء اول صفحہ ۲۴۰/۲۴۱ مطبوعہ مصر)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ نے مجھے آکر اذان سکھائی۔ اور میں اس وقت پوری طرح سویا ہوا نہیں تھا۔ کچھ کچھ جاگ رہا تھا۔
(بذل المجہود فی حل ابو داؤد جلد نمبر ۱ مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۱۹۹/۲۸۰)

پھر نہ صرف یہ کہ بعض صحابہ پر فرشتہ نازل ہوا۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا فرمائی کہ خدا تعالےٰ بعض صحابہ پر فرشتے نازل کرے چنانچہ ایک دفعہ حضرت حسانؓ بن ثابت جب کفار کے بعض اعتراضات کا جواب دینے کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ نے فرمایا اللّٰھمّ ایدہ بروح القدس اے خدا تو جبریل کے ذریعہ سے اس کی مدد کر۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتوں میں ایسے لوگ پائے جاتے تھے، جن پر وحی الٰہی نازل ہوتی تھی۔ اگر میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوئے تو عمر بن الخطاب ان لوگوں میں سے ہوگا (ترمذی) اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ محدث سے مراد وہ شخص ہے جو کہ عظیم الشان مرتبہ پر ہو۔ اور صادق الکلام ہو۔ اور مجمع البحار میں لکھا ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جس کے دل میں خدا تعالےٰ کوئی بات ڈالتا ہے۔ پھر وہ اپنی عقل سے سمجھ لیتا ہے کہ یہ بات خدا کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرشتے ان سے بولتے ہیں۔
(ترمذی جلد نمبر ۲ ابواب المناقب مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۱۰)

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:۔

نے نجوم است و نہ رمل است نہ خواب
وحی حق واللہ اعلم بالصواب
از پئے روپوش عامہ در بیان
وحی دل گویند آں را صوفیاں
(مثنوی مولانا روم دفتر چہارم صفحہ ۱۵۱)

وحی الٰہی نہ نجوم ہے نہ رمل ہے نہ خواب ہے لیکن عوام الناس سے چھپانے کے لئے صوفی اسے وحی دل کہہ دیتے ہیں۔

اسی طرح وہ اپنی مثنوی کے دفتر سوم صفحہ ۱ پر کہتے ہیں کہ

حق نفس از وسوسہ خالی شود
مہبط وحی جلالی شود

یعنی انسانوں کا نفس خدا تعالےٰ نے وسوسہ سے پاک بنایا ہے۔ اور ان کے اوپر وحی اجلالی نازل ہوتی رہتی ہے۔

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ قرآن کریم میں جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ:۔
ماکان لبشر ان یکلمہ اللّٰہ الا وحیًا (شوریٰ ۵/۴)
اس میں خدا تعالےٰ نے عام ذکر کیا ہے نبی کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے نبیوں کے ساتھ وحی مخصوص نہیں۔ بلکہ سابق زمانے میں مریم اور ام موسیٰ کی مثال موجود ہے کہ وہ نبیہ نہیں تھیں اور اللہ تعالےٰ نے ان سے کلام کیا۔ اور ہماری امت کے محدثین امت سے بھی یہی سلوک ہوگا۔ اور ان پر وحی نازل ہوگی۔
(تفسیر روح المعانی زیر آیت ماکان لبشر ان یکلمہ اللّٰہ الا وحیًا)

لفظ الہام اور وحی کے معنے

بعض لوگوں نے الہام اور وحی میں فرق کیا ہے۔ لیکن لغت والوں نے اس فرق کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ منتہی الارب میں لکھا ہے کہ اوحی اللّٰہ کے معنی ہیں خدا تعالےٰ نے اس کی طرف فرشتہ بھیجا اور الہام کیا۔

لسان العرب والے کہتے ہیں کہ وضع کے لحاظ سے وحی کا لفظ عام تھا۔ مگر ثم قصر الوحی للالھام ہوتے ہوتے وحی کے معنے الہام کے ہو گئے
(لسان العرب جلد ۲۰ صفحہ ۲۵۸)

تاج العروس والے لکھتے ہیں کہ اوحی اللّٰہ کے معنی ہیں الھمہ اس پر خدا تعالےٰ نے الہام نازل کیا۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ وحی کے اصل معنی مخفی طور پر کسی بات کے بتانے کے ہیں اور اسی وجہ سے الہام کو بھی وحی کہتے ہیں۔
(تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۵)

حدیث کی مشہور لغت نہایہ ابن الاثیر میں ہے کہ الہام کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی تحریک ڈالے۔ اور وہ بھی وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے لئے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔
(نہایہ ابن الاثیر جلد ۴ صفحہ ۶۷)

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ وھو یتولی الصالحین یہ مقربین الٰہی کی علامت ہے۔ اور اس قرب کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فرشتے ایسے شخص کو پکارتے ہیں۔ جس طرح کہ مریم کو پکارا تھا۔
(تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)

پھر فرماتے ہیں کہ امت فرشتہ کی معرفت وحی اور اس کے دیکھنے کے حصّہ سے محروم نہیں ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کس طرح مریم نے جبریل کو دیکھا اور ایک مضبوط اور تندرست آدمی کی شکل میں دیکھا۔ اور کس طرح فرشتوں نے اس کو پکارا۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ اگر تمہارے اندر ایمان کی ایک حالت رہے۔ تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں ایسی حالت میں کہ تم اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے ہو۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ اسید بن حضیرؓ نے ملائکہ کو لیمپوں کی شکل میں دیکھا۔
(تفہیمات الٰہیہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

اور اپنے متعلق وہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے مجھ پر وحی نازل کی اور فرمایا کہ میں تجھے وہ طریقہ دوں گا جو ان تمام طریقوں میں، جو اس وقت رائج ہیں۔ سب سے زیادہ خدا تعالےٰ تک پہنچانے میں قریب ہوگا اور سب سے زیادہ مضبوط ہوگا۔
(تفہیمات الٰہیہ جلد ۱ صفحہ ۴۵)

امام رازیؒ اپنی کتاب تفسیر کبیر کی جلد ۷ صفحہ ۲۷۱/۴۷ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"ملائکہ انسان کی روحوں میں الہام کے ذریعے اپنی تاثیر نازل کرتے ہیں اور یقینی کشفوں کے ذریعہ سے ان پر اپنے کمالات ظاہر کرتے ہیں نیز عرائس البیان میں لکھا ہے میری امت میں محدث اور مکلم ہونگے۔ اور عمرؓ ان میں سے ہوگا۔ پس محدث

وہ ہستیاں ہیں جن سے فرشتے بولتے ہیں اور محکم وہ ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے:

(تفسیر عرائس البیان زیر آیت ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ۱ ص ۵۲۱)

حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ جو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ کے پوتے اور حضرات دیوبند کے استادِ اوّل ہیں فرماتے ہیں کہ۔

"یہ جان لینا چاہیئے کہ وحی کی ایک قسم الہام بھی ہے۔ وہ الہام کہ جو نبیوں پر اترتا ثابت ہے اُسکو وحی کہتے ہیں اور اگر وہ غیر نبیوں پر اترے تو اسے محدثیت کہہ دیتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں الہام کو بھی خواہ انبیاء پر اترے۔ یا غیر انبیاء پر وحی کہا گیا ہے:

منصبِ امامت ص ۳۲ ،۳۱

نواب صدیق حسن خان صاحب جو ہندوستان کے اہلِ حدیث کے مسلمہ لیڈر تھے۔ فرماتے ہیں

"حدیث لاوحی بعد موتی بے اصل ہے ہاں لانبی بعدی آیا ہے۔ اس کے معنے نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔ شبکی نے اپنی تصنیف میں صراحت کی ہے، اس بحث کی کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے ہی نبیؐ کی شریعت کا حکم دیں گے۔ قرآن اور حدیث کی رُو سے اس سے یہ امر ناشی سمجھا جاتا ہے کہ وہ سُنت کو بجناب نبوت سے ....

....

.... بطریق مشافہ کے بغیر کسی واسطہ کے یا بطریق وحی یا الہام کے حاصل کریں گے۔

ہاں یہ بات اور ہے کہ ان کو وحی آئے گی۔ جس طرح حدیث نواس بن سمعان میں نزدیک مسلم وغیرہ کے آیا ہے ظاہر یہی ہے کہ لانے والے اس وحی کے جبریل علیہ السلام ہوں گے۔ بلکہ اسی کا ہم کو یقین ہے۔ اس میں کچھ تردد نہیں کیونکہ ان (جبریل) کا وظیفہ یہی ہے کہ وہ درمیان خدا و انبیاء کے سفیر ہوتے ہیں۔ یہ بات کسی دوسرے فرشتہ کے لئے معلوم نہیں۔ ابوحاتم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے" انہ دکل جبریل بالکتب و بالوحی الی الانبیاء (انبیاء کی طرف وحی لانا۔ اور کتابیں لانا جبریل کے سپرد ہے) یہ حدیث کہ ان جبریل لا ینزل الی الارض بعد

موت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بے اصل ہے۔ حالانکہ کئی احادیث میں آنا جبریل کا آیا ہے۔ (۱) جیسے وقت مرنے کے طہارت پر (۲) شب قدر میں (۳) دجال کے روکنے کو مکہ و مدینہ سے وغیر ذالک

(اقتراب الساعۃ ص ۱۶۲ و ص ۱۶۳)

غرضیکہ قرآن کریم، احادیث اور اولیاء اللہ کے کلام سے ثابت ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور اُمتِ محمدیہ کے بہت سے افراد نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور آنے والے مسیح کے متعلق تو معین صورت میں وحی کے نزول کی خبر دی گئی ہے چنانچہ حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت میں جو مسلم نے بیان کی ہے صاف کہا گیا ہے کہ:۔

"اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لایدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور"

(مسلم جز ۲ باب ذکر الدجال ص ۴۰۱)

یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جب وہ دنیا میں آئیں گے۔ تو وحی نازل کرے گا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ پس میرے بندوں کو طور پر لے جا۔

روح المعانی والے لکھتے ہیں کہ:

"یُوحیٰ علیہ السّلام وحیٌ حقیقیٌ"

(روح المعانی جلد ۵ ص ۶۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی حقیقی نازل ہوگی۔ علامہ محمد الصبان اپنی کتاب اسعاف الراغبین" جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اہل بیت کے فضائل کے متعلق لکھی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

مہدی آئے گا تو اکثر مسائل میں علماء کے مذہب کے خلاف حکم دے گا۔ اور اس پر وہ ناراض ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ یقین کریں گے کہ جو ان کے بڑے بزرگ تھے ان کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی اجتہادی باتیں نہیں بتائے گا۔"

(اسعاف الراغبین ص ۱۴۳)

اسی طرح وہ اپنی کتاب کے ص ۱۴۳ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"مہدی کی جماعت سب غیر عربوں پر مشتمل ہوگی۔ ان میں سے ایک بھی عربی نہ ہوگا"

اسی طرح ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ مہدی الہام کے ذریعہ سے شریعت کی باریکیاں سمجھ کے لوگوں تک پہنچائے گا۔ اور ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میرا متبع ہوگا۔ متبوع نہیں ہوگا۔ یعنی ایسے فتوے دے گا جو اس وقت کے علماء کو نئے معلوم ہوں گے۔ مگر وہ اپنے فیصلہ میں غلطی کریں گے۔ درحقیقت مہدی وہی فتویٰ دے گا۔ جو میں نے لکھے ہیں اور وہ میرا متبع ہوگا۔ اور اپنے حکم میں معصوم ہوگا"

اسی طرح وہ ص ۱۴۷ پر مسیح کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"امام سیوطی نے اپنی کتاب اعلام میں لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق حکم دیں گے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مسیح اپنے احکام میں کسی رائج مذہب کا مقلد نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ تمام شریعت کے احکام قرآن سے اخذ کرے گا جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اخذ کرتے تھے۔ اور جبریل ان پر وحی حقیقی لے کر نازل ہوگا۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ امام سیوطی نے اس کی تائید میں بڑے دلائل دئے ہیں اور جو اس کو رد کرتے ہیں ان کو انہوں نے غلطی پر قرار دیا ہے۔

(اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۴۲)

غرض قرآن کریم اور احادیث کے حوالوں سے اور خدا ترس علماء کی گواہی سے یہ بات ثابت ہے کہ وحی الٰہی کا تسلسل اسلامی آئیڈیالوجی کا ایک حصہ ہے۔ وحی الٰہی صرف شریعت میں محصور نہیں ہوتی بلکہ اس کے علاوہ بھی اس کی اغراض ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ مومنوں کو تسلّی دینے اور ان کا خوف دور کرنے اور خدا تعالیٰ کی محبّت کے اظہار کیلئے بھی وحی آتی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ وحی الٰہی قرب الٰہی کے اظہار کے لئے اور شریعت کے باریک اسرار کو ظاہر کرنے کے لئے اولیاء اللہ پر نازل ہوتی رہتی ہے۔ پس مذہب کی [illegible] عموماً اور اسلام کی آئیڈیالوجی خصوصاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان اس لئے پیدا کیا گیا تھا کہ وہ خدا کا قرب حاصل کرے اور اس کی معرفت تامہ اس کو ملے اور اس چیز کا ذریعہ وحی الٰہی کو تجویز کیا گیا تھا۔ اس بات کی تائید یں ہے کہ

شریعت کے ختم ہو جانے کے بعد وحی کو آتے رہنا چاہیئے۔ اور جو شخص وحی الٰہی کو بند کرتا ہے وہ نہ صرف قرآن، حدیث اور اولیاء اسلام کی تردید کرتا ہے بلکہ وہ اسلامک آئیڈیالوجی پر حملہ کرتا ہے۔ اور اس امتیازی فرق کو مٹا دیتا ہے جو کہ خدائی مذہبوں اور فلسفی مذہبوں میں بالالتیاز ہے۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہے کہ اس نے جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں مذہب کی بنیاد محبّت پر قائم کر دی ہے۔ اور ذہنی غلامی سے انسان کو بچا لیا ہے۔ اور محبت کی سب سے بڑی علامت یہی ہوتی ہے کہ محبوب سے کا قرب نصیب ہو۔ اور اس کے منہ سے ہمیں یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ ہمارے کاموں سے راضی ہے۔ اور ہم سے خوش ہے۔ اور مصیبت کے وقت ہم سے ہمدردی کرے اور ہمارا ساتھ دے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اسلام تو کہتا ہے کہ پہلے زمانے میں چند نبیوں کو خدا کا محبوب قرار دیا جاتا تھا۔ مگر اُمّت محمدیہ میں محبّت کا دروازہ اتنا وسیع کر دیا گیا ہے اور شریعت اسلام نے احکامِ اسلامی کو ایسے رنگ میں بیان کیا ہے کہ انسان کے دل سے جبر و غلامی کا احساس مٹ جاتا ہے۔ اور وہ اسلامی تعلیم پر بنا ذوق اور شوق اور علم اور معرفت کے ساتھ نہ صرف عمل کرتا ہے بلکہ عمل کرنا چاہتا ہے۔ اور عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اور اس کے نیک نتائج کو دیکھ کر اس کا دل خدا کی محبّت سے بھر جاتا ہے کہ اس نے مجھے ایسا رستہ دکھایا کہ جو میری کامیابی کا ہے اور مجھے تباہی سے بچانے والا ہے لیکن آج کل کے علماء اسلام کی خدمت اس بات کا نام رکھتے ہیں کہ وہ اس [illegible] کو مٹا دیں۔ اور خدا اور بندے کے درمیان ایک دیوار حائل کر دیں تا ایک مسلمان اور فلسفی کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہے۔

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مسدود ہے

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مسدود ہے
اب قیامت تک ہے اس اُمت کا قصّوں پر مدار
یہ عقیدہ برخلاف گفتۂ دادار ہے
پر اتارے کون برسوں کا اپنے گلے سے ہار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گوہرِ وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار
ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصّوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

فیضانِ خُداوندی بھی ہوتے ہیں کبھی بند؟

کلام حضرت حسن صاحب رُہتاسی مرحوم رض

دریا ہی نہیں کرتے ہیں کوزہ میں حسری بند
گر چاہیں تو کر سکتے ہیں شیشہ میں پری بند

کیا کہنا شجاعت کا تری حضرتِ انساں!
ہمت سے تری بند ہے خشکی نہ تری بند

جب سیر و سیاحت کیلئے جیب میں دیکھا
پھر شملہ و کشمیر ہے نے کوہِ مری بند

جو بند کیا حق نے، اُسے کھول لیا ہے
نے شرکِ خفی بند ہے نے شرکِ جلی بند

القصہ ہر اک قسم کی سب راہیں کھلی ہیں
ہر اک بند ہے اُن پر تو فقط' راہ نبی بند

ان سادہ مزاجوں سے تو اتنا تو پوچھے
فیضانِ خداوند بھی ہوتے ہیں کبھی بند

جب آپ کو تسلیم ہے قُراں کی بدولت
صدیق ہیں شہداء ہیں نہ صالح نہ ولی بند

کیوں کوثرِ نبوی میں ہُوا بند تموّج
جب تشنہ لبوں کی ہی نہیں تشنہ لبی بند

کیوں مُصطفویؐ فیض کو بند آپ ہیں کرتے
اب تک نہیں دنیا میں اگر بُو لہبی بند

کافر پہ کُشادہ ہیں اگر قہر کے کُوچے
مومن پہ ہوئی کس لئے رحمت کی گلی بند

شیطاں کی گر راہ زنی باقی ہے اب تک
کس وقت ملائک کی ہوئی راہبری بند

"مغضوبؐ" کی "ضالّین" کی آمد ہے مُسلسل!
"انعمتَ علیہم" کی ہوئی کب سے لڑی بند

کس طرح تبرّا ہو عدوانِ علیؓ سے
جب دوسری جانب ہو تولّائے علیؓ بند

گر زلف بنانے کو ہے شانے کی ضرورت
کیونکر یہ بنے گی جو ہوئی شانہ گری بند

کب اُٹھیں گی اس باغ سے بُلبُل کی صدائیں
ہر وقت جہاں رہتے ہیں غنچہ و کلی بند

جب تک ہے شہنشاہؑ کے ہاتھوں میں حکومت
نے تاج ہے مفقود نہ ہے تاجوری بند

مریم کے جگر بند کے آنے پر نبوّت!
ہم آپ سے پوچھیں گے کہ اُس وقت رہی بند

کیا فائدہ پھر جیب میں رکھنے کا بیارد
جب وقت کی پڑتال پہ پاتے ہو گھڑی بند

جس راہ سے ملتا ہے حسنؔ آخری انعام
یہ لوگ اُسے کرتے ہیں اللہ غنی بند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

حسینانِ تمام ہوئے شرمگیں
جو دکھادہ حُسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل ترین
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلقِ کامل زہے حسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوحانی مقام

رُوحانیت کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے اعلیٰ اور ارفع مقام پر فائز ہیں کہ جب سے نسلِ انسانی شروع ہوئی ہے۔ نہ کسی کو وہ مقام ملا اور نہ ہی قیامت تک کسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اور قرآن مجید میں اس روحانی مقام کو خاتم النبیین کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی آپ سید المرسلین والنبیین ہیں۔ آنحضرت صلعم کے اس روحانی مقام کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کیا ہی مختصر مگر پیارے الفاظ میں یوں فرمایا ہے ؎

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

نیز فرمایا:-

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
(دُرِّ ثمین)

چونکہ آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت کا دائرہ تمام نسلِ انسانی کے لئے ہے اور قیامت تک ممتد ہے۔ اس لئے آپ ہی سید الرسل اور افضل الانبیاء ہیں۔

آنحضرت صلعم کا اخلاقی مقام

نبوت و رسالت۔ نبی پر فرشتوں کا نزول اور وحی و الہام کی امر ایسے امور ہیں جو ایک ظاہر بین کی نظر و فکر اور عقل و سمجھ سے بالا ہیں۔ ہاں البتہ نبی کے اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ حمیدہ۔ اس کی عفت و پاکیزگی اور اس کی دیانت و امانت ایسی چیزیں ہیں جو ہر شخص کو اس نبی کی روز مرہ زندگی میں نظر آتے ہیں اور ایک نبی کا یہ اعلیٰ کردار دیکھ کر اس دعویٰ نبوت پر ایک روشن دلیل ہوتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ [وسلم کے] بارے میں فرمایا:-

(الف) انك لعلىٰ خلق عظيم (القلم)
(ب) فقد لبثت فيكم عمرًا من قبله افلا تعقلون (یونس ع۲)
(ج) فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظًّا غليظ القلب لانفضوا من حولك (آل عمران ع۱۷)

یعنی اے ہمارے حبیب صلعم آپ اخلاقِ فاضلہ کے ایک بلند مقام پر قائم ہیں آپ لوگوں میں اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو! میں اپنے دعویٰ سے قبل اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ تم میں گذار چکا ہوں میری اس پاکیزہ زندگی کو دیکھ کر تم کیوں میرے دعویٰ رسالت کے بارے میں عقل و سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ اپنے ملنے والوں کے لئے نرم مزاج ہیں۔ اگر آپ نعوذ باللہ بدزبان کج دل کے سخت ہوتے تو یہ شمع کے پروانے جو آپ کے گرد جمع ہیں وہ چلے گئے ہوتے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے ارشادِ باری تعالیٰ فقد لبثت فيكم عمرًا کی تعمیل میں مخالفین سے اپنے اخلاق کے بارے دریافت کیا تو سب نے یکزبان ہو کر کہا۔ ما جربنا عليك الا صدقًا (بخاری) کہ آپ کی راستبازی اور صداقت تجربہ شدہ اور مسلّم ہے۔ چنانچہ آپ کے انہیں اخلاقِ عالیہ کی وجہ سے اہلِ مکہ نے آپ کو "امین و صدوق" کا خطاب دیا ہوا تھا۔ جو آپ سے قبل کسی عرب کو نہیں ملا تھا۔ یہ امتیازی شرف صرف آنحضرت صلعم کو ہی حاصل تھا۔ جن لوگوں میں آپ دن رات رہتے تھے۔ وہ آپ کے اخلاق و کردار سے زیادہ واقف تھے۔

اسی طرح کسی انسان کے اخلاق و کردار کے بارہ میں اسکی بیوی زیادہ جانتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم کو جب پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی اور آپ نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں کو دیکھ کر قدرے خوف زدہ تھے۔ تو آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں آپ کو تسلّی دلائی:-

"كلا والله ما يخزيك الله ابدًا انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق."
(بخاری جلد اول ص۳)

کہ خدا تعالیٰ ہرگز ہرگز آپ کو ناکام نہیں کرے گا کیونکہ آپ متعدد اوصافِ حسنہ کے مالک ہیں آپ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ غریبوں اور محتاجوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ وہ اخلاق اور نیکیاں جو دنیا سے معدوم ہو چکی تھیں ان کو دوبارہ دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مصائب و آلام میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پس جب آپ ایسے اخلاقِ فاضلہ اور اعلیٰ کردار کے مالک ہیں۔ تو یقیناً خداوند تعالیٰ آپ کو اپنے مقصد میں ناکام نہیں کرے گا۔

آنحضرت صلعم کی پیدائش کے وقت عرب کا جو ماحول تھا۔ اس پر تاریخ شاہد ہے۔ شراب نوشی جوئے بازی و عیاشی اور قتل و غارتگری عربوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ شاید ہی دنیا کا کوئی عیب ہو جو ان میں نہ پایا جاتا ہو وہ ایک وحشیوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ مذہبی اعتبار سے بُت پرست تھے۔ اور اوہام باطلہ میں گرفتار رہتے ایسے غیر صالح ماحول میں آنحضرت صلعم نے اپنا بچپن اور جوانی گذاری۔ مگر قربان جائیں آپ کی قوتِ قدسیہ پر کہ ایسے ماحول میں نیکی و تقویٰ وعفت و پاکیزگی کے اعلیٰ معیار پر قائم رہے۔ چنانچہ اسلام کا شدید ترین مخالف مستشرق سر ولیم میور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کے بارہ میں ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے۔

"تمام تصنیفات محمد (صلعم) کے بارہ میں ان کے چال چلن کی عفت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر متفق ہیں جو اہلِ مکہ میں کمیاب تھیں۔"
(لائف آف محمدؐ)

اسی طرح روسی مفکر کونٹ ٹالسٹائی نے آپ کی پاکیزہ زندگی و اطوار کے بارہ رقمطراز ہیں:-

"حضرت محمد متواضع، خلیق اور روشن فکر اور صاحبِ بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت ابتداء سے ہی دینی ابحاث اور اصلاح کی طرف مائل تھی حضرت محمد نے چالیس برس تک نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی۔ عرب کے تمام باشندے آپ کی صداقت نیکی اور خلق کے رہینِ منت تھے۔ دوست و اقرباء و اجنبی سبھی آپ سے محبت کرتے تھے۔ اور آپ کا احترام کرتے تھے آپ کے اخلاق کریمانہ اور شرافتِ نفس اور صداقت تمام حجاز میں ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی۔"
(اسوۃ النبی ص۲۷)

اخلاقی اقدار اختیار کرنے کی تلقین

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اخلاقِ فاضلہ کے حامل تھے تو ساتھ ہی اپنے اصحاب اور ارد گرد کے معاشرہ کو بھی اخلاقِ فاضلہ کے اختیار کرنے کی تلقین فرماتے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

(الف) ما من شیئ فی المیزان اثقل من حسن الخلق (ترمذی)
(ب) ان من خیارکم احسنکم اخلاقًا
(ج) البر حسن الخلق (مسلم)

یعنی خدا تعالیٰ کے ترازو (ترازو) میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزن نہیں رکھتی اور تم سے اچھا وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہے اور نیکی حسنِ اخلاق میں شامل ہے۔

اعلیٰ اخلاق دین کا اہم حصہ ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے اخلاقِ فاضلہ اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے کہ اخلاق سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے ترازو میں کوئی اہم چیز نہیں۔ دراصل اخلاق ہر نیکی کی بنیاد ہیں حتیٰ کہ روحانیت درحقیقت اخلاق کا ہی ترقی یافتہ نام ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے اخلاق کی درستی پر بہت زور دیا ہے حضور فرماتے تھے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

یعنی میری بعثت کا ایک مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کو دنیا میں قائم و اجاگر کروں اس کے علاوہ اسلام نے اعلیٰ اخلاق کے اظہار کے لئے کسی حقدار کے حق کو نظر انداز نہیں کیا۔ خدا سے لے کر بندوں تک اور پھر بندوں میں بادشاہ سے لے کر ادنیٰ خادم تک ہر ایک کے بارہ میں حسنِ خلق کی تاکید فرمائی ہے۔ افسر، ماتحت، باپ، بیٹے، خاوند

بیوی بہن بھائی، ہمسایہ، اجنبی، دوست دشمن انسان حیوان ہر ایک کے حقوق مقرر فرما کر اور پھر ان حقوق کو بہترین صورت میں ادا کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اور کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے ملنے والوں سے مسکراتے چہرہ سے مل کر ان کے دل کو خوش کرو۔ تو یہ بھی تمہارا ایک نیک خلق ہوگا۔ اور تمہیں خدا کے حضور ثواب کا مستحق بنائے گا۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ رستہ چلتے ہوئے اگر کوئی کانٹے دار چیز یا پاؤں کو پھسلانے والا چھلکا۔ یا ٹھوکر لگنے والا پتھر یا بدبو پیدا کرنے والی گندی چیز وغیرہ نظر آئے تو اسے رستہ سے ہٹا دو۔ تاکہ تمہارا کوئی بھائی اس کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا نہ ہو یہ بھی ایک نیکی ہے۔ اور تمہارے لئے اجر و ثواب کا باعث ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۶۳ برس تک اس دنیا میں رہے۔ اور زندگی کے ہر دور میں گذرے۔ اس لئے حضور علیہ السلام کے اخلاق عالیہ کا دامن ۶۳ برس تک ممتد ہے اس مختصر سے مقالہ میں ان سب کا بیان ناممکن ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہؓ نے ایک استفسار کے جواب میں نہایت مختصر مگر جامع و مانع الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا نقشہ کھینچ دیا

"کان خلقہ القرآن"

کہ آنحضرت قرآن مجید میں بیان فرمودہ اخلاق فاضلہ کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی عملی تصویر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جن اخلاق حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عملی نمونہ سے ان اخلاق کو پیش فرمایا۔ اور پھر انہی اخلاق کو دنیا میں قائم کرنے کی ہمیشہ جدوجہد فرمائی۔ اور اپنے ملفوظات و ارشادات میں تلقین و نصیحت فرمائی۔

چونکہ نبی عربی صلعم کی بعثت تمام دنیا اور مخلوق انسانی کے لئے تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانی زندگی میں پیش آنے والے مختلف ادوار و حالات میں گذار کر مختلف الحیثیت انسانوں کے لئے کامل نمونہ بنا دیا۔ اور اعلان فرمایا

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

کہ اے لوگو! ہمارا یہ رسول صلعم تم سب کیلئے ایک کامل نمونہ ہے۔ دنیا کی زندگی گزارنے اور قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے اسی نمونہ کی تقلید کرو۔ تم اپنی اپنی کوشش و استطاعت کے مطابق دینی و دنیوی برکات سے بہرہ ور ہوگے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سوالی کو رد نہیں کیا۔ کبھی کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چھوڑنے میں پہل نہیں کی۔ یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔ بیواؤں کی دستگیری فرمائی ہمسایوں کو اپنے حسن سلوک سے گرویدہ کیا۔ چھوٹے سے چھوٹے صحابی کی بیماری کا سنا تو اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور اس کے ساتھ شفقت و محبت کا کلام کرکے اس کی ہمت بڑھائی مدینہ میں ایک غریب بوڑھی عورت رہتی تھی جو ثواب کی خاطر مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ چند دن آنحضرت صلعم کو نظر نہ آئی۔ تو آپ نے صحابہ سے دریافت کیا۔ عرض کی یا رسول اللہ وہ تو مختصر سی بیماری کے بعد فوت ہوگئی۔ اور ہم نے آپ کی تکلیف کے خیال سے آپ کو اس کے جنازہ کی اطلاع نہیں دی۔ آپ ناراض ہوئے کہ مجھے کیوں بے خبر رکھا اور پھر اس کی قبر پر جاکر دعا فرمائی۔

بچپن آپ کا یتیمی میں گزرا۔ مگر آپ "دُرِّ یتیم" کی طرح بچپن میں ہی صبر و رضا اور بزرگوں کی اطاعت کا ایک نمونہ تھے اور یہی اطاعت، وقار، دادا اور چچا کی بے پناہ محبت و ہمدردی کا موجب بنے۔ دادا کے سایۂ سر سے ہٹتا تو "یتیم" اور چچا کے ساتھ شام کے سفروں پر جاتا تو یتیم اسی کفالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم نے تجھے یتیم پایا مگر پناہ دی" اور اسی احسانِ الٰہی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جب حضور صلعم بڑے ہوئے تو یتیموں اور بے کسوں کا سہارا اور ان کا ملجا و ماوی بن گئے

جوانی آپ پر آئی۔ حضور اس عمر میں عفت و پاکیزگی کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے دیانت و امانت کا ایک اعلیٰ معیار قائم فرمایا اور امین و صدوق کہلائے ۲۵ برس کی بھرپور جوانی میں ایک چالیس سالہ بیوہ عورت حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کی اور ان تعلقات زناشوئی کو شاندار طور پر نبھایا۔ آپ کی اہلی زندگی جنت کا نمونہ تھی۔ پھر ایک سے زائد شادیاں کیں مگر عدل و انصاف کو قائم رکھا اور قومی اور عائلی ذمہ داریوں کو نہایت شاندار طور پر ادا کیا حضور فرماتے تھے۔

"خیرکم خیرکم لاھلہ
وانا خیرکم لاھلی"

کہ بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل و عیال سے حسن سلوک کرتا ہے ....

....

....

...... اگر نمونہ دیکھنا ہو تو میرا دیکھو کہ میں کس رنگ میں اپنے اہل و عیال سے محبت اور حسن سلوک کرتا ہوں۔

خدا تعالیٰ نے اولاد بھی دی لڑکے بھی دئے اور لڑکیاں بھی ان کی بہترین تربیت فرمائی بعض بچے فوت بھی ہوئے ان کی وفات پر صبر و رضا کا شاندار نمونہ دکھایا۔

آنحضرت کا ابتدائی زمانہ غربت کا تھا مگر کام و محنت سے عار نہیں۔ مکہ والوں کی بکریاں بھی چرائیں۔ اور پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی ملازمت بھی کی اور ان کی خاطر تجارت بھی کی۔ امانت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا جس سے متاثر ہو کر انہوں نے آپ کو شادی کا پیغام بھیجا جسکو آپ نے قبول فرمالیا۔

مگر اس کے بعد آپ پر ایک زمانہ آیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو عرب کا بادشاہ بنا دیا۔ مگر بادشاہ کا ایک حق بھی نہیں لیا مگر فرائض و ذمہ داریاں سب ادا کیں۔ کوئی محل نہیں کوئی باڈی گارڈ نہیں۔ پہرہ دار نہیں۔ حاشیہ و درباب نہیں، و تاج نہیں تخت نہیں۔ اپنے نام کا سکہ نہیں۔ کوئی اصطبل نہیں۔ حتیٰ کہ سونے کو چارپائی نہیں بادشاہ ہو کر غربت و مسکینی میں زندگی گذار دی اور اس فقر و فاقہ پر "الفقر فخری" کہہ کر ناز تھا۔ اور ہر عسر و یسر کی حالت میں شکر الٰہی کے لئے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز رہتے تھے۔

دعویٰ نبوت کے بعد آنحضرت صلعم کی تکالیف کا آغاز ہوا۔ مخالفین اسلام کی طرف سے برپا کی جانے والی تکالیف کو صبر و سکون اور استقلال سے برداشت کیا۔ مگر رعایا میں کہ قانون اپنے ہاتھ میں نہ لیا خود اپنے ساتھیوں کو بھی مصائب پر صبر کی تلقین کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔ مگر امن شکنی نہ کی بالآخر مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آنا پڑا۔

مدینہ پہنچ جانے کے باوجود مخالفین نے پیچھا نہ چھوڑا۔ مجبوراً دفاعی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ تو پھر ان جنگوں میں ہمت مردانہ اور جرأت مومنانہ کا نمونہ دکھایا۔ حکم تھا کہ میدان جنگ میں کسی عورت کسی بچے۔ کسی درویش۔ اور راہب کو قتل نہ کیا جائے۔ جانوروں کو قتل نہ کیا جائے درخت نہ جلایا جائے۔ اور فصلوں کو برباد نہ کیا جائے۔ جنگ میں مرنے والے دشمنوں کا مثلہ نہ کیا جائے قیدیوں سے حسن سلوک کیا جائے۔ بالآخر ۲۱ سال کی تکالیف کے بعد ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ اور آپ اپنے مقدس مشن میں مظفر و منصور ہوئے۔ پس ایسی فاتحانہ حالت میں جب کہ اپنے دشمنوں کی قسمت کے آپ مالک تھے۔ جذبہ انتقام سے کام نہ لیا بلکہ اقتدار و غلبہ پانے کے باوجود ان کی درخواست پر اپنی بے پناہ شفقت و رحمت کا اظہار کرتے ہوئے۔

"اذھبوا انتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم"

فرما کر عفو عام کا اعلان کر دیا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ گذشتہ ظلموں اور سختیوں کی کوئی بازپرس نہیں اور اسی عفو عام کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشد ترین مخالف بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ کتنا حسین مگر شاندار انتقام تھا یہ ع

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہ تھے۔ بلکہ آپ نے بے زبان جانوروں تک کو بھی اپنی شفقت میں شامل فرمایا چنانچہ آپ اپنے صحابہ کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے۔ فی کل کبد رطب اجر۔ یعنی یاد رکھو کہ ہر جاندار چیز پر رحم کرنے کا ثواب ہے۔ ایک موقعہ پر ایک اونٹ جس پر زیادہ بوجھ لاد دیا گیا تھا۔ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ آپ اسے دیکھ کر بے قرار ہوگئے۔ اور اس کے قریب جاکر اسکے سر پر محبت کے ساتھ ہاتھ پھیرا۔ اور اس کے مالک سے کہا کہ یہ بے زبان ہے تمہارے ظلم کی شکایت کر رہا ہے۔ اس پر رحم کرو۔ تاکہ تم پر بھی آسمان پر رحم کیا جائے

پس انہی اخلاق فاضلہ اور رحمت و شفقت کی وجہ سے آپ نے بارگاہ ایزدی سے

"وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین"

"رحمۃ للعالمین" کا خطاب پایا کہ آپ تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں۔

اللھم صل علیٰ محمد و
علیٰ آل محمد وبارک وسلم
انک حمید مجید

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت رحمۃ للعالمین کے نمونہ اور اخلاق عالیہ کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہم حضورؐ کی سچی اتباع کی برکت سے دینی و دنیوی برکات سے متمتع ہوں۔

اللھم آمین

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
(مسیح موعود)

خاتم النبیین کے بہترین معنی

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدّام ختم المرسلین
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

تمام مسلمان فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ قرآن مجید کی نص "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے نیز اس امر پر بھی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لفظ خاتم النبیین بطور مدح اور فضیلت کے ذکر ہوا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے کیا معنے ہیں یقیناً اس کے معنے ایسے ہی ہونے چاہئیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور مدح ثابت ہو۔ اسی بنا پر حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے عوام کے معنوں کو نادرست قرار دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (رسالہ تحذیر الناس صفحہ ۳)

سلفِ صالحین کی کتابوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خاتم النبیین کا مفہوم واضح کرنے کے لئے چار طریق اختیار کئے گئے۔ اوّل خاتم النبیین کے معنے ہیں آخری صاحب شریعت نبی جس کی شریعت کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔ یہ معنے بزرگانِ امت سے بکثرت مروی ہیں حسب ذیل حوالہ جات پر غور فرمائیں:۔

(۱) حضرت ملا علی القاری تحریر فرماتے ہیں

"فلا ینا قض قولہ خاتم النبیین اذ المعنی انّہ لا یاتی نبیٌّ ینسخ ملّتہ ولم یکن من امّتہ" (موضوعات کبیر صفحہ ۵۸)

ترجمہ: آپ کی یہ بات خاتم النبیین کے خلاف نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنے صرف یہ ہیں کہ ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے یا آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"خُتِم بہ النّبیّون ای لا یوجد من یامرہ اللہ سبحانہٗ بالتشریع علی النّاس" (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۸۵)

ترجمہ: آنحضرت پر بایں معنے نبی ختم ہوئے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے صاحب شریعت بنا کر بھیجے۔

(۳) الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن العربی لکھتے ہیں:۔

"ان النّبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلعم انما ھی نبوۃ التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخًا لشرعہ صلعم ولا یزید فی شرعہ حکمًا آخر وھٰذا معنی قولہ صلعم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ ای لا نبیَّ یکون علی شرعٍ یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ: وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر منقطع ہوئی وہ صرف تشریعی نبوت ہے اب کوئی شریعت نہیں۔ جو حضور علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کرے، یا آپ کی شریعت میں کوئی اضافہ کرے آنحضرت صلعم کی حدیث ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی کے بھی یہی معنے ہیں یعنی کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو میری شریعت کے خلاف شریعت رکھتا ہوگا۔ بلکہ اگر ہوگا تو وہ میری ہی شریعت کے تابع ہوگا۔

(۴) حضرت السید عبد الکریم الجیلانی تحریر فرماتے ہیں:۔

"فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہٖ وکان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین" (الانسان الکامل باب ۳۶)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہو گیا اسی لئے آپ خاتم النبیین قرار پائے

(۵) جناب مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں:۔

"بعد آنحضرت صلعم کے یا زمانے میں آنحضرت صلعم کے مجرّد کسی نبی کا ہونا محال نہیں۔ بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے"۔ (رسالہ دافع الوساوس صفحہ ۱۲)

(۶) حضرت امام عبد الوہاب الشعرانی تحریر فرماتے ہیں۔

"وقولہ صلعم لا نبی بعدی ولا رسول المراد بہ لا مشرّع بعدی"

کہ آنحضرت صلعم کی حدیث لا نبی بعدی سے مراد یہی ہے کہ میرے بعد کوئی صاحب شریعت پیغمبر نہیں ہوگا۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۲)

(۷) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا"۔ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

(۸) حضرت امام محمد طاہر صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"ھٰذا ایضًا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہٗ"

کہ یہ امر حدیث لا نبی بعدی کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس حدیث سے آنحضرت صلعم کی مراد یہ تھی کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

ان تمام اقتباسات سے ظاہر ہے کہ علمائے امت بالعموم خاتم النبیین کے معنے یہی کرتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہمیشہ قائم رہے گی۔ اور کوئی نبی آپ کی شریعت کو منسوخ نہیں کر سکے گا ظاہر ہے کہ ان معنوں کی رو سے حضور علیہ السلام کی شریعت کا دوام آپ کے لئے باعث مدح قرار پائے گا۔ لیکن اس سے غیر تشریعی نبی کی آمد کا امکان بھی ثابت ہوگا۔ بہرحال یہ معنی اپنے اندر خوبی رکھتے ہیں اور محققین امت کی بہت بڑی تعداد ان پر حصر کرتی ہے۔

دوم:۔ خاتم النبیین کے دوسرے معنی "نبیوں کی مہر یا انگوٹھی" کئے گئے ہیں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم کے ترجمہ میں آج تک یہی معنی شائع ہوتے رہے ہیں۔ لفظ خاتم مفرد ہونے کی صورت میں مہر یا انگوٹھی کے معنوں میں ہی مستعمل ہوتا ہے۔ انگوٹھی پہننے والے کے لئے زینت کا موجب ہوتی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے لئے بمنزلہ فخر و زینت ہیں یہ معنی بھی درست ہیں لغت کی کتاب مجمع البحرین میں لکھا ہے:۔

"ومحمد خاتم النبیین یجوز فیہ فتح التاء وکسرھا فالفتح بمعنی الزینۃ ماخوذٌ من الخاتم الذی ھو زینۃ للابسہٖ" (زیر لفظ خاتم)

کہ خاتم بمعنی زینت و خوبصورتی استعمال ہوتا ہے کیونکہ انگوٹھی اپنے پہننے والے کیلئے خوبصورتی کا موجب ہوتی ہے۔

تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔

"صار کالخاتم لھم الذی یختتمون بہٖ ویتزیّنون بکونہٖ منھم"

کہ آنحضرت صلعم انبیاء کے لئے بمنزلہ انگوٹھی قرار پائے اور آپ ان میں سے ہو کر ان کی زینت کا موجب بنے (جلد ۷ صفحہ ۲۸۶)

مشہور شاعر ابن معتوق کے اس شعر میں بھی اسی مفہوم کو ادا کیا گیا ہے شاعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہتا ہے:۔

طوق الرسالۃ تاج الرسل خاتمھم
بل زینۃ لعباد اللہ کلّھم

پس خاتم النبیین کا ایک مفہوم یہ بیان ہوا کہ آپ جملہ نبیوں کے لئے زینت

کا موجب ہیں۔ مہر تصدیق کا کام دیتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مفہوم مصدق النبیین بھی لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خاتمیت محمدیہ کا یہ مفہوم بھی اپنے اندر [illegible] مدح و فضیلت رکھتا ہے۔

سوم: خاتم النبیین کے ایک معنے یہ کئے جاتے ہیں "سب سے آخری نبی" اگر آخری نبی کا فضیلت والا مفہوم لیا جائے تو ان معنوں میں بھی چنداں حرج نہیں تمام زبانوں میں "آخری" کا لفظ اعلیٰ وافضل کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ امام جلال الدین السیوطی نے امام ابن تیمیہ کو "آخر المجتهدین" قرار دیا ہے۔

(الاشباہ والنظائر جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

ایک عرب شاعر نے اپنے ممدوح کو بنی غالب کا آخری قرار دے کر کہا ہے

سَرَى وُدِّی وَ شُكْرِی مِن بَعِيدٍ
لآخِرِ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِيعٌ

(حماسہ باب الادب)

اس شعر کا ترجمہ دیو بند کے مولوی ذوالفقار علی صاحب نے بدیں الفاظ کیا ہے۔

"ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم المثل ہے خرید لیا ہے"۔

اس سے ظاہر ہے کہ آخری کے معنی عدیم المثل کے بھی ہوتے ہیں۔ غالباً انہی معنوں کو مد نظر رکھ کر علامہ اقبال نے داغ کو دلی کا آخری شاعر قرار دیتے ہوئے کہا ہے

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

پس اگر خاتم النبیین کا ترجمہ آخری نبی یا یہ معنے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کوئی نبی نہیں تو یہ معنے بھی درست ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم افضل ترین رسول ہیں آپ کا مقام اور مرتبہ سب انبیاء سے بلند اور آخری ہے۔ لیکن اگر آخری نبی کے معنے محض زمانہ کے لحاظ سے پیچھے آنے والے کے ہوں تو اول تو یہ کوئی مدح نہیں۔ دوسرے ان معنوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے فرقے ان کی آمد کے قائل اور منتظر ہیں۔

چہارم: خاتم النبیین کے معنے اپنی مرکب صورت میں افضل النبیین ہیں۔ یعنی "پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"

خاتم النبیین کے یہ معنے عربی زبان کے محاورات [illegible] مطابق ہیں عربی میں خاتم [illegible] و خاتم الشعراء [illegible] المحدثین خاتم [illegible] المفسرین خاتم الاکابر۔ خاتم المعلمین وغیرہ بیسیوں مرکب استعمال ہوئے ہیں اور صدہا مرتبہ مقام مدح پر ان کا استعمال ہوا ہے۔ مگر ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں کہ خاتم بصورت مرکب اضافی مقام مدح پر آیا ہو اور اس کے معنی بجز افضل اور اعلیٰ کے کچھ اور ہوں۔ ہم اپنے مخالفین کو یہاں اور بلاد عربیہ میں چیلنج کر چکے ہیں۔ مگر اس قانون کے خلاف ایک بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

حضرت امام فخر الدین رازی نے کیا خوب تحریر فرمایا ہے۔ انسان کی ارتقاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فَاَعْطَاهُمُ الْعَقْلَ وَ بَعَثَ فِی اَرْوَاحِهِمْ نُوْرَ الْبَصِيْرَةِ وَجَوْهَرَ الْهِدَايَةِ فَعِنْدَ هٰذِهِ الدَّرَجَةِ نَارَكَ بِالْخِلَعِ الْاَرْبَعِ الْوُجُوْدَ وَ الْحَيَاةَ وَ الْقُدْرَةَ وَ الْعَقْلَ فَالْعَقْلُ خَاتَمُ الْكُلِّ وَالْخَاتَمُ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ اَفْضَلَ اَلَا تَرَى اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ كَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالْاِنْسَانُ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ الْمَخْلُوْقَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ كَانَ اَفْضَلَهَا فَكَذٰلِكَ الْعَقْلُ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ الْخِلَعِ الْفَائِضَةِ مِنْ حَضْرَةِ ذِی الْجَلَالِ كَانَ اَفْضَلَ الْخِلَعِ وَاَكْمَلَهَا:

(تفسیر کبیر رازی جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا فرمائی اور ان کی روحوں میں نور بصیرت اور جوہر ہدایت پیدا فرمایا اس موقعہ پر انہیں چار خلعتیں نصیب ہوئیں (۱) وجود (۲) زندگی (۳) قدرت (۴) عقل اور عقل ان تمام خلعتوں کی خاتم ہے۔ اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو دیکھو جس طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے سب نبیوں سے افضل قرار پائے۔ اور انسان جسمانی مخلوقات کا خاتم قرار پانے کے باعث سب سے افضل قرار پایا۔ اسی طرح عقل جب ان خلعتوں کی خاتم ہے تو ضروری ہے کہ وہ ان سب سے افضل واکمل ہو۔

جناب شیخ فرید الدین صاحب عطار تذکرۃ الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مجذوب کے لئے چند درجے ہیں بعض کو ان سے ایک تہائی دیتے ہیں۔ اور بعض کو آدھے اور بعض کو آدھے سے زیادہ جب کہ اس درجہ کو پہنچتا ہے تو وہ مجذوب نبوت کے حصے کے سبب سے تمام مجذوبوں سے بڑھ جاتا ہے۔ اور خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔ اور سردار تمام ولیوں کا۔ جیسا کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلعم خاتم الانبیاء تھے"۔

(ترجمہ تذکرۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ ۵۴۶)

پس خاتم النبیین کے معنے ہوں گے سب نبیوں سے افضل و برتر یہ معنے محاورہ زبان کے مطابق ہیں۔ خود قرآن مجید کی متعدد آیات ان معنوں کی تائید کرتی ہیں۔

واضح رہے کہ آنحضرت صلعم کے افضل النبیین ہونے کا ایک مثبت پہلو ہے اور ایک منفی پہلو ہے۔ حضور کا افضل النبیین ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ آپ کے برابر یا آپ سے بڑا کوئی نبی نہ ہو آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ نہ کر سکے یہ اس کا منفی پہلو ہے۔ عام طور پر پہلے علماء نے اس پر زور دیا ہے۔ دوسرا مثبت پہلو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اور اتباع کے نتیجہ میں آپ کی امت کو وہ تمام برکات اور انعامات حاصل ہوں جو پہلے نبیوں صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کو حاصل ہوئے تھے آنحضرت کی غلامی میں تمام فیوض جاری ہوں۔ کیونکہ کامل کا کمال اس کے افاضہ کمال سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ یہ خاتم النبیین کا مثبت پہلو ہے۔ ان دونوں پہلوؤں کی وضاحت کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:۔

الْخَاتَمُ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحُ لِمَا انْغَلَقَ (نہج البلاغۃ ص ۱۰۲)

کہ آنحضرت صلعم کے آنے سے انبیاء سابقین کے فیوض تو بند ہو گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض جاری ہو گئے۔

قرآن مجید میں جہاں پر سورہ احزاب میں آیت خاتم النبیین آئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللهِ فَضْلًا كَبِيْرًا

کہ مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر مقدر ہے۔ سورہ نساء میں اس فضل کبیر کی تفسیر میں فرمایا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللهِ وَكَفٰى بِاللهِ عَلِيْمًا [19]

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو سابق انعام یافتہ لوگوں کے جملہ انعامات نبوت، صدیقیت، شہادت، صالحیت ملیں گے یہ ان منعم علیہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ یہ خدا کا فضل ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے۔

پس ضروری ہوا کہ خاتم النبیین سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری یا افضلیت کی نفی ہو وہاں آپ کی اتباع میں فیوض و انعامات کا اجراء بھی ثابت ہو اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی طور پر خاتم قرار پائیں گے۔ حضرت امام راغب اصفہانی اپنی کتاب المفردات میں لکھتے ہیں:۔

الْخَتْمُ وَالطَّبْعُ يُقَالُ عَلٰى وَجْهَيْنِ مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ وَهُوَ تَاْثِيْرُ الشَّیْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَالطَّابَعِ وَالثَّانِی الْاَثَرُ الْحَاصِلُ عَنِ النَّقْشِ (مفردات راغب)

کہ حقیقی طور پر لفظ خاتم دو معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ (۱) مصدری معنے جیسے مہر اور انگوٹھی کا نقش پیدا کرنا (۲) نقش پیدا کرنے سے جو نشان پیدا ہو۔ یہ دو حقیقی معنے ہیں۔ باقی معانی مجازی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کا حقیقی مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور فیوض کے امت میں جاری ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

معزز قارئین کرام! آپ غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور کمال پر ان چاروں معنوں میں سے کون سے معنے دلالت کرتے ہیں۔ آپ ادنیٰ تدبر سے اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ خاتم النبیین بمعنے افضل النبیین بہترین معنے ہیں۔ یہ معنے آیات۔ احادیث۔ لغات اور محاورات زبان کے مطابق ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

اِنسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم

از الحاج مکرم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل دہلوی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور انبیاء کرام کو انسانوں میں ایک محوری حیثیت دے کر امتیاز بخشا۔ لفظ انسان میں دو انسیتوں اور دو محبتوں کی طرف اشارہ ہے یعنی انسان اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ محبتوں کا مجموعہ ہے محبت الٰہی اور محبت مخلوق۔ انبیاء کرام ان دونوں محبتوں کے اظہار کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔ پہلے نبی اپنی اپنی قوم میں مبعوث ہوتے اور مخصوص زمانہ محدود علاقوں میں ہوتے۔ مگر جب زمانہ اپنی بلوغت کو پہنچا تو قادر مطلق نے انبیاء کے گروہ میں سے ایک ایسے آدم کی تخلیق کی جس میں گزشتہ تمام انبیاء کے اوصاف جمع کرنے کے علاوہ وہ آئندہ کے لئے تمام دُنیا کے نوع انسان کے لئے قیامت تک کے ہادی اور راہبر بن کر آیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان ہونے کے ناطے محبت الٰہی کا بھی کمال نمونہ دکھایا اور مخلوق خدا کی محبت نیز بنی نوع انسان کی راہنمائی میں بھی انسانی کمالات کا مظاہرہ فرمایا۔ اس کیفیت کو قرآن مجید کی سُورۃ النجم میں یوں بیان فرمایا ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی آپ حقیقی انسانیت کے مظہر کامل اور مکمل نمونہ تھے۔ ایک طرف آپ نے محبت الٰہیہ کا بے نظیر مظاہرہ کیا اور محبت الٰہیہ کے بے پایاں سمندر میں غوطہ لگا کر نایاب موتی حاصل کئے اور آپ کا محبت الٰہی کے سمندر میں غوطہ لگانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ دنیاوی لذات سے محروم تھے اور اس محرومیت کے احساس کو دبانے کے لئے آپ نے محبت الٰہی کا کوئی ڈھونگ رچایا بلکہ آپ کو ہر قسم کی لذتیں حاصل تھیں اور ہر قسم کے انسانی کمال سے بہرہ ور تھے۔ چنانچہ آپ کے محبت الٰہی کے پرچار کو دیکھ کر کفار مکہ نے آپ کے سامنے حسین سے حسین عورت سے شادی کی پیشکش کی۔ بادشاہت دینے کا لالچ دیا آپ کے گھر کو سونے اور چاندی سے بھرنے کو تیار ہوئے لیکن آپ نے کمال اطمینان اور ثبات سے فرمایا کہ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیں پھر بھی میں محبت الٰہیہ کے مظاہروں میں کمی نہیں کر سکتا۔

آپ نے محبت الٰہی کے اس جوش کے ساتھ مخلوق کی طرف رُخ کیا... اور مخلوق کے سامنے بھی بہترین نمونہ پیش کر کے ان کو اپنی محبت سے ڈھانپ لیا اور اس طرح گویا خدا اور مخلوق کی دو قوسوں کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر اور واسطہ بن گئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کہ محمدؐ تمہارے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین قابل تقلید مشعل راہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انسانیت کی ہر ممکن حالت طاری ہوئی اور اُن سبھی حالتوں میں آپ نے بہترین نمونہ پیش فرمایا انسان پر وارد ہونے والی تمام حالتوں اور اُن کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نمونہ اور آپ کے کردار پر کچھ لکھنا بڑی تفصیل چاہتا ہے اور میرے خیال میں تو آپ کی زندگی کے کسی اُسوہ اور کسی واقعہ کو بھی بیان کیا جائے تو اُس کی ذہنی کیفیات۔ قلبی تاثرات اور اُن خدمات کو پیش کرنا جو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ کے ذہن۔ قلب اور روح میں اس وقت رچے ہوئے تھے بے حد مشکل ہے۔ بہر صورت آپ انسانی زندگی کی قریباً ہر حالت سے گزر کر تمام عالم کے لئے ایک کامل اُسوہ اور نمونہ چھوڑ گئے یتیمی کی حالت سے بادشاہ بننے تک۔ کٹھن اور آلام کے زمانے سے آسائش کے وقت تک۔ بے سروسامانی کی حالت سے جبکہ دشمن آپ کے خون کے پیاسے تھے اقتدار آنے تک کے تمام حالات سے گزر کر آپ ایک بہترین لائحہ عمل دے کر گئے ہیں۔ ذرا اندازہ تو کیجئے کہ کس طرح ایک یتیم اور بے کس وجود نے ہزاروں سرکش، بہادر، بارعب اور عیاش سرداران عرب کو اپنے اُسوہ حسنہ بردبار، ہمدرد اور انسانیت بنا دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں سب سے پہلی بات یہ ملتی ہے کہ آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے والد محترم کی وفات ہو چکی تھی گویا آپ کی پیدائش یتیمی کی حالت میں ہوئی۔ ایک دن بھی آپ نے باپ کی محبت نہ پائی۔ لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ والد سے محروم ہونے پر اس نے کیسی زندگی گذاری کیا وہ آوارہ اور بد اخلاق ہو گیا اور اپنی قوم کی نظر سے گر گیا؟ نہیں ایسا نہیں ہوا۔ وہ تو اتنا شریف اور اعلیٰ کردار کا نکلا کہ اس کا دادا اُسے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر ہوتے سے محبت کرتا تھا۔ دادا کے بعد یہ یتیم چچا کی کفالت میں آیا تو اُس نے بھی اس یتیم پر دست شفقت رکھا۔ مختلف تجارتی سفروں میں اسے ہمراہ لیا اور یہ سب ان اخلاق اور محمود عادات کی وجہ سے تھا جو اس یتیم بچے میں پائے جاتے تھے۔

آپ جب ذرا بڑے ہوئے تو آپ کی زندگی کا یہ دور غربت کا دور تھا کیونکہ ایک طرف والد کا سایہ سر پر نہ تھا دادا کی وفات ہو چکی تھی۔ چچا خود غریب اور کثیر العیال تھے۔ آپ کے اس دور کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دور غریبوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہے آپ نے اس دور میں بتایا کہ انسان کتنا بھی غربت کے دور سے گذر رہا ہو انسان کو محنت کر کے اپنا پیٹ پالنا چاہیئے اور کبھی بھی محنت میں کسر شان نہ سمجھنا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ ولقد رعیت لاہل مکۃ علی قراریط میں چند پیسوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اور فرمایا افضل کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہو بچپن میں بکریاں چرانے کے ساتھ حضور ایک مالدار عورت کی ملازمت کرتے ہیں اس کے روپے سے تجارت کرتے ہیں اور اس طرح یہ پیشے اختیار کر کے دنیا کے غریبوں کے سامنے یہ نمونہ ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کے لئے کسی پیشے اور کسی کام میں کوئی عیب نہیں۔ کاش مسلمان حضور کے اس اسوہ پر عمل کرتے۔ غیر قوموں نے مختلف پیشے اختیار کئے اور وہ دنیا میں ترقی کر گئیں لیکن مسلمان بھوکے مر رہے ہیں۔

آپ نے بڑے ہو کر جب اپنی قوم پر نگاہ کی تو انہیں مختلف بدیوں میں مبتلا پایا۔ آپ نے خدا کے حکم سے اصلاح قوم کا کام شروع کیا جس میں بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں آپ نے ان سب مشکلات میں دسیع حوصلگی اور توکل علی اللہ کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ توحید کا پرچار کرنے پر مکہ والوں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ کو بارگاہِ ایزدی سے ہجرت کی اجازت ملی۔ آپ نے اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیا اور غار ثور میں پناہ لی۔ دشمن سراغ رسانوں کو ساتھ لیکر عین موقع پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرا گئے تو آپ نے اُن کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے ایسے قدرتی سامان پیدا کر دیئے کہ مخالفین کو یقین ہو گیا کہ آپ اس غار میں نہیں ہیں۔ وہ واپس ہو گئے اور آپ بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے۔

مشکلات کا یہ لمبا دور توکل علی اللہ اور خدا پر کامل یقین کرتے ہوئے گذرا اور بالآخر اسی خدا نے مشکلات کے اس دَور کو دُور فرمایا اور خدا پر آپ کے اس یقین کو دیکھ کر بلکہ آپ کے پاک نمونہ کو دیکھ کر فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی قوم بالآخر خدا پر ایمان لے آئی اور تقویٰ اور طہارت کے اونچے مقام پر پہنچ گئی۔

آپ کی بعثت سے پہلے اہل عرب میں جو برائیاں تھیں اُن میں خدا کا شریک ٹھہرانا اور باہم جنگ و جدل کرنا تھا۔ عرب قبائل ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے اور باہم برسر پیکار رہتے تھے۔ آپ کی قوت قدسی اور آپ کے پاک نمونہ کی برکت تھی کہ یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور وہ ساری عداوتیں مفقود ہو گئیں جو سالہا سال سے چلی آتی تھیں۔ قرآن مجید اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَکُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا۔

(ترجمہ) تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں اُلفت اور محبت ڈالی اور تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور یہ خدا کی نعمت اور اس کا فضل تھا اور یہی قوم جو بتوں سے مرادیں مانگتی اور ان کے آگے سجدہ ریز ہوتی تھی خدا کی درگاہ میں جھکنے والی بن گئی۔ جیسا کہ فرمایا:۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ

(ترجمہ) محمدؐ واقعی خدا کا فرستادہ ہے۔ جو لوگ اس کے ساتھ ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں اور اپنے اعلیٰ کردار اور یقین واثق کی وجہ سے کفار کا اثر قبول نہیں کرتے اور اُن پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ اے مخاطب تو دیکھتا ہے کہ وہ خدا کی درگاہ میں جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ خدا کے فضل اور اُس کی رضامندی کے خواستگار ہیں۔ خدا کی عبادت، اور اطاعت کے نشان اُن کے چہروں پر نمودار ہیں۔

غربت اور مشکلات و مصائب کے ادوار کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ زمانہ بھی آیا کہ آپ بحیثیت فاتح کے مکہ میں داخل ہوئے اور آپ بادشاہ بن گئے۔ مکہ فتح کر لینے پر آپ نے ان تمام دشمنوں کی جنہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو تکالیف دی تھیں معاف فرما دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلامی لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو ابوسفیان جو چھپ کر اسلامی لشکر کا اندازہ لگا رہا تھا گرفتار کر لیا گیا۔ اُسے جب آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو مارنے کی اجازت مانگی لیکن حضرت عباس نے یہ درخواست کی کہ اُس کی جاں بخشی جائے چنانچہ حضور نے ابوسفیان جیسے دشمن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ جاؤ اللہ تمہیں معاف کرے اس سلوک کے نتیجہ میں ابوسفیان مکہ واپس نہیں گیا بلکہ اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ مکہ میں حضور کسی مزاحمت کے بغیر داخل ہوئے اور حضور کے لشکر نے کسی کو قتل نہ کیا مکہ میں داخل ہو کر یہ اعلان فرمایا:-

(۱) جو شخص اپنے کواڑ بند کر کے بیٹھ رہے اسے امان ہے۔

(۲) جو شخص ہتھیار ڈال دے اُسے امان ہے۔

(۳) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ عثمان بن طلحہ سے جو کلید بردار تھے کنجی طلب کی خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ تکبیریں کہیں خانہ کعبہ کا طواف فرمایا۔ مقام ابراہیم پر نماز ادا فرمائی۔ خانہ کعبہ کے بت نکال دیئے اور بعد ازاں ایک تاریخی خطبہ دیا جس میں قوم قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ جاہلیت کا غرور اور حسب ونسب کا فخر خدا تعالیٰ نے مٹا دیا ہے۔ تمام آدمی آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں پہچان لئے جاؤ، لیکن خدا کے نزدیک شریف اور اکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ خدا ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا۔ ان میں قریش کے وہ سردار بھی تھے جنہوں نے اپنا سارا زور اسلام کے مٹانے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دُکھ دینے میں صرف کیا تھا، اور ان ہی کے دُکھ کی بناء پر اپنے وطن عزیز کو چھوڑنے پر مسلمان مجبور ہوئے تھے۔ حضور نے ان سب کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ تم جانتے ہو آج تمہارے ساتھ کیا معاملہ میں کرنے والا ہوں۔ یہ سب بول اُٹھے آپ شریف ہیں شریف کے بیٹے ہیں یہ سن کر حضور نے فرمایا:-

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی سرزنش نہیں کوئی باز پرس نہیں تم سب آزاد ہو ...... فرانسیسی مستشرق موسیو برتلمی سانت ہیلیار نے لکھا ہے:-

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذکاوت کے انتہائی درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ تقویٰ اور دین کے لحاظ سے آپ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ نہایت کشادہ دل و دشمنوں سے نہایت نرمی سے پیش آتے تھے"

جرمن مستشرق ڈرمر نے اپنی کتاب "محمد اور اُس کے کارنامے" میں لکھا ہے۔

"آپ کا کردار آپ کے پیروؤں کے لئے ایک معیار کی حیثیت رکھتا تھا۔ دشمنوں کی دشمنی جب تک سرد نہ پڑ گئی آپ نے بے جگری کے ساتھ اُن کا مقابلہ کیا اور خوف کو اُن کے قریب نہ پھٹکنے دیا مفتوحین پر مہربان تھے اور تمام غیر مسلموں کے حق میں سخاوت اور رواداری کے مظہر اور جب اپنے عقائد کی تبلیغ کے دوران حالات سے مجبور ہو کر آپ کو تلوار ہاتھ میں لینی پڑی تو آپ نے اُن لوگوں کو جن پر آپ نے فتح پائی کسی طرح بھی یا مذہب اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا"

حکومت آپ کے قبضہ میں آگئی لیکن آپ نے آپ کو بادشاہ کہلانا پسند نہیں فرمایا مگر اس کے باوجود بادشاہت کے تمام فرائض ادا کئے اور بھی مثالی رنگ کے۔ آپ نے عدالت کو قائم فرمایا۔ ایک مجرم کو چھوڑنے کے لئے آپ کے صحابی سفارش کرتے ہیں اور آپ کے صحابی اسامہ اس میں آگے آئے تھے آپ فرماتے ہیں اے اسامہ جس مجرم کے متعلق خدا کا قانون سزا تجویز کرتا ہے تو اُس کے چھوڑنے کی سفارش کرتا ہے۔ پھر فرمایا لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا اگر میری لخت جگر فاطمہ چوری کرتی تو میں اُس پر بھی حد جاری کرتا۔

آپ بادشاہ ہیں لیکن آپ میں بادشاہوں جیسا فخر و تکبر نہیں۔ وہی سادگی جو پہلے تھی اب بھی ہے، بلکہ آپ، فرماتے ہیں سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ جس شخص کو خدا بادشاہ یا سردار بنا دے وہ سمجھے کہ آج سے مجھے تمام قوم کا خادم بنا دیا گیا ہے۔ آپ نے کبھی نہ چاہا کہ لوگ آپ کی عظمت و بڑائی بیان کریں۔ ایک شخص آپ کے رعب کی وجہ سے کانپ رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں تو عرب کی ایک غریب بیوہ عورت کا بیٹا ہوں۔ آپ اس امر کو ناپسند فرماتے تھے کہ کسریٰ اور قیصر کے درباروں کی طرح آپ کے دربار میں کوئی شخص آپ کی عظمت کے لئے کھڑا ہو۔

اکثر بادشاہ روپے کی فراوانی کی وجہ سے عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتے ہیں مگر آنحضرت صلعم سارے کام خود کرتے ہیں۔ تمام معاہدات خود مرتب کرتے۔ گھر کے کام میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ مال غنیمت خود تقسیم کرتے ہیں۔ غرباء اور مساکین کا خیال رکھتے ہیں۔ ایک روز نماز پڑھاتے ہی تیزی سے مسجد سے گھر تشریف لے گئے اور بعض صحابہ کے بیان کے مطابق سروں پر سے پھاندتے ہوئے حضور گئے تھوڑی دیر بعد مسجد میں تشریف لائے تو بتایا کچھ مال صدقہ کا تقسیم کے لئے دیا ہوا تھا اُسے تقسیم نہ کر سکا تھا اس لئے گیا کہ اُسے تقسیم کروں۔ بعض روایات کے مطابق صدقہ کا مال جب گھر میں آیا تو ایک درہم گر کر کسی اوٹ میں چلا گیا تھا اور اس کے بعد وہ ذہن سے اتر گیا اور حضور نماز پڑھانے مسجد تشریف لے گئے۔ نماز میں اس امر کا خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے موت آجائے اور صدقہ کا درہم ہمارے گھر میں پڑا رہے اور اس کے متعلق میں خدا کے حضور جواب نہ دے سکوں۔ اس لئے حضور جلدی سے نماز سے فارغ ہوتے ہی گئے اور اس درہم کو تقسیم کر دیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ غرباء اور مساکین کا حضور کو کس قدر خیال رہتا تھا۔ افسوس ہے کہ آج کل ان باتوں کو معمولی سمجھا جاتا ہے اور ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی آپ نے تو اس خیال سے کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد کے احترام میں لوگ صدقات کا مال اُن کے پاس ہی نہ دیتے رہیں اور اس طرح غرباء کی حق تلفی ہو آپ نے اپنی اولاد پر صدقہ حرام کر دیا۔

حضور کی بعثت کے وقت عرب کی عورت کی حالت نہایت خستہ اور خراب تھی۔ اس کے حقوق کا کوئی احترام نہ تھا۔ اس کی زندگی ایک مزدور سے بھی بدتر تھی۔ عرب لڑکی کی پیدائش کو ہی برا سمجھتے تھے۔ اس کے پیدا ہوتے ہی اسے زندہ درگور کر دیتے اور اگر قسمت سے زندہ بچ جاتی تو تمام عمر مظالم کا تختۂ مشق بنی رہتی۔ اس کمزور حصہ کے لئے کوئی قانون رائج نہ تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ماں کو فروخت کر دیا جاتا۔ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے عورتوں کے حقوق قائم فرمائے اور صنف نازک کے مقام کو عزت کے بلند مینار پر قائم فرمایا اور اس بارہ میں اپنا بہترین نمونہ پیش فرمایا۔ ماں کی عزت، اور حرمت کے لئے یہاں تک فرمایا کہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور بیوی سے حسن سلوک کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اس بارہ میں میرے نمونہ کو دیکھو کہ میں اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں

ایک مرتبہ کسی قافلہ کے ہمراہ آپ بھی تشریف لے جا رہے تھے اُونٹوں پر عورتیں بھی سوار تھیں حدی خوان نے اونٹوں کو تیزی سے ہانک دیا۔ حضور نے فرمایا رِفْقًا بِالْقَوَارِيرِ اونٹوں کو آہستہ چلنے دو کیونکہ اونٹوں پر کچھ شیشیاں ہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کو کسی قسم کا صدمہ پہنچ جائے۔

آپ کی حیات طیبہ اس قسم کے نمونوں سے بھرپور ہے۔ پاکوں کا یہ سردار واقعی بے مثل اور کامل انسان تھا۔ آپ کا ہر نمونہ تا قیامت راہبری کرتا رہے گا۔ آپ کی غربت آپ کی مشکلات، آپ کا فقر اور آپ کی بادشاہت ایک نرالی شان اپنے اندر رکھتے ہیں اور ان سب میں ہماری زندگیوں کو سدھارنے کے لئے پاک نمونے موجود ہیں۔[۴۴]

۴۴ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کامل انسانؐ کے نیک نمونوں اور حضور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

مسئلۂ تکفیر کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

الحاج مکرم مولوی حکیم محمد دین صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

نبی کے آنے کی غرض کافر بنانا نہیں ہوتی

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تمام بنی نوع انسان کی دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ ایک حصے کا نام اس نے اہل کتاب رکھا ہے۔ اور دوسرے حصے کا نام مشرک رکھا ہے۔ اس قرآنی اصطلاح کے مطابق دنیا کا کوئی حصہ ان دو قسموں سے باہر نہیں یا تو بنی نوع انسان اہلِ کتاب میں سے ہوں گے۔ یا بنی نوع انسان مشرکین میں سے ہوں گے۔ پس جو اہل کتاب میں سے نہیں وہ ضرور مشرک ہے۔ کیونکہ توحید تام ہے صفاتِ الٰہیہ کو خداتعالیٰ کی طرف صحیح طور پر منسوب کرنے کا۔ اور یہ تمام اہل کتاب کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دنیا میں دو ہی گروہ ہیں (۱) ماننے والے (۲) نہ ماننے والے قرآن کریم کا یہ طریق ہے کہ جب وہ اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر کرتا ہے تو اس سے مراد ساری غیر مسلم دنیا ہوتی ہے۔ دوسری بات جو بہت اہم اور موجودہ زمانہ کے جھگڑوں میں بہت کام آنے والی ہے وہ مندرجہ آیت میں یہ بتلائی گئی ہے کہ کفر پہلے ہوتا ہے اور نبی بعد میں آتا ہے۔ جیسا کہ سورہ بیّنہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے یعنی اہل کتاب اور مشرک (دونوں ہی) کبھی (اپنے کفر) سے باز رہنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آجاتی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا ایک رسول۔

اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ بیّنہ آنے سے پہلے وہ لوگ کافر ہو چکے تھے۔ غرض کفر پہلے ہوتا ہے اور نبی بعد میں۔

جب کوئی نبی دنیا میں آتا ہے اس کا انکار کرنے کے بعد لوگ کافر نہیں بنتے بلکہ پہلے ہی وہ کافر ہو چکے ہوتے نبی صرف اُن کے کفر کا اظہار کرتا ہے یعنی نبی کے انکار سے اُن کا کفر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو اب تک اس کی دلی بات ہونے کی وجہ سے عوام پر مخفی تھا جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی شناخت کا ملکہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ یہ لازمی بات ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی نبی ظاہر ہوگا۔ وہ فوراً اس کو پہچان لیں گے خدا تعالیٰ نے ایمان کے زبانی دعویٰ کو بلا ثبوت تسلیم نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کے ساتھ علامات بھی رکھی ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃ

(کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۳۶)

(کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۰)

یعنی وہ شخص جس نے اپنے زمانہ کے امام کو قبول نہ کیا۔ اور اسی حالت میں مر گیا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور قرآن مجید نے نبی کی دعوت کو دعوتِ ایمان قرار دیا ہے۔ جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا۔

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے یقیناً ایک ایسے پکارنے والے کی آواز جو ایمان دینے کے لئے بلاتا ہے (اور کہتا ہے) کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سنی ہے۔ پس ہم ایمان لے آئے۔

خداتعالیٰ اپنے بندوں کیلئے کفر پسند نہیں کرتا

خداتعالیٰ کو اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں۔ کیونکہ کفر اندھیرا ہے اور ایمان نور اس لئے جہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ

کہ وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(البقرہ آیت ۲۵۸)

کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لاتے ہیں وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

مومن بنانے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مومن بنانے کے لئے تڑپ کا یوں اظہار ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٥

(الشعراء آیت نمبر ۴)

شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مومن ہوتے یعنی تیرا پاکیزہ دل کافروں کے سچائی کے انکار کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اور خواہش کرتا ہے کہ وہ بھی ہدایت پا جائیں۔

اس امر سے یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ پاکستان میں جن مُلّاؤں نے احمدی مسلمانوں کو ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر اور اپنی حکومت سے بھرپور امداد حاصل کرکے غیر مسلم اور کافر قرار دیا ہے۔ (خدانخواستہ) ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کی پاک روش سے کیا نسبت ہے۔ حضور تو صاف فرماتے ہیں۔ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ

مسیح موعود کی بعثت اور اسکی غرض

احادیث میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں خبر ہے کہ مسلمانوں پر ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے۔ جب ان کے دِل نورِ ایمان سے خالی ہو جائیں گے۔ تب رحمتِ الٰہی ان کے دِلوں میں تازہ ایمان قائم کرنے کے سامان کرے گی۔ اور فارسی النسل افراد کو اس کام پر فائز کیا جائے گا۔ بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ ہو حضورؐ نے فرمایا

"لوکان الایمان معلقًا بالثریا لنالہ رجل او رجال من فارس"

(بخاری)

یعنی اگر ایمان ثریا تک بھی اڑ گیا تو اہل فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اُسے واپس لے آئیں گے۔ اب اس خبر میں صاف طور سے یہ بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی دنیا میں آنے کی غرض یہ ہوگی کہ وہ ثریا سے ایمان لاکر لوگوں کے دلوں میں اسے قائم کریں گے۔

آخری زمانہ میں اُمت محمدیہ کی اصلاح کرنے اور ان کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام مہدی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم اور عدل قرار دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہٖ لیوشکنّ ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا فیکسر الصلیبَ ویقتل الخنزیر و یضع الحرب کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم (بخاری)

یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اور باطل پرستوں کو الگ اور حق پرستوں کو الگ کر دے گا۔ اور اس دن کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ ابن مریم تمہارا ہی ایک امام ہوگا۔ اور تم میں سے (اے اُمتی لوگو) پیدا ہوگا۔

مسلم کو کافر کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکیدی ممانعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

"من قذف مومنًا بکفرٍ فھو کقاتلہٖ" (ترمذی)

یعنی کسی مومن بھائی پر کفر کی تہمت یا الزام لگانا گویا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

مسلم کو کافر کہنے والا کافر بن جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل مسلم اکفر رجلًا فان کان کافرًا والا ھو الکافر (ابوداؤد)

یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کہلانے والے نے کسی مسلمان کو کافر کہا۔ پس اگر وہ کافر نہیں تو ایسا کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ اس حدیث

سے پتہ چلتا ہے کہ ایک سچے مسلمان کو کافر قرار دینا۔ کس قدر خطرناک نتائج کا حامل ہے۔ ایسا کرنے سے خود انسان کافر ہو جاتا ہے

مسیح موعودؑ کی مخالفت اور آپؑ پر کفر کے فتوے!

علماء کی طرف سے امام مہدی اور مسیح موعود کی شدید مخالفت کے ساتھ آپؑ پر کفر کے فتوے لگائے جانے کی مہم کا اجمالی ذکر تو قرآن کریم میں اشارہ کے طور پر آیا ہے۔ جیسا کہ ابن جریر اور دوسری تفاسیر میں واضح طور پر اس امر کا اشارہ دیا گیا ہے۔ سورۃ صف میں جو لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی پیشگوئی ہے۔ یہ امام مہدی اور مسیح موعود کے ذریعہ اور اس کے زمانہ میں پوری ہونے والی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سورت صف کا امام مہدی اور مسیح موعود کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

(سورۃ صف آیت نمبر ۹)

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا۔ خواہ کافر لوگ کیسا ہی ناپسند کریں۔

اس آیت میں منہ کی پھونکوں سے مُراد منجملہ اور بہت سے دیگر مطالب کے ایک یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ امام مہدی اور مسیح موعود ظاہر ہوں گے تو علماء وقت ان پر کفر کے فتوے لگا کر ان کی پوزیشن کو عوام میں کم کرنے کی مذموم کوشش کریں گے۔ لیکن باری تعالیٰ ان کی ایسی مخالفانہ کوششوں کے علی الرغم کامیابی و کامرانی امام مہدی کو عطا فرمائے گا۔ احادیث میں تو علماء کی ایسی روش کے بارہ میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی مشہور و معروف کتاب فتوحاتِ مکیّہ میں بھی اس کا ذکر موجود ہے کہ مسیح موعود جب نازل ہوگا۔ تو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج بتایا جائے گا۔ اور مولوی صاحبان اُٹھیں گے اور کہیں گے " اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ غَيَّرَ دِيْنَنَا " یعنی یہ شخص کیا مسیح موعود ہے اس نے تو ہمارے دین کو بگاڑ دیا ہے۔ اس ضمن میں فتوحات مکیہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو کہی ہے۔

وَاِذَا خَرَجَ هٰذَا الْاِمَامُ الْمَهْدِیُّ فَلَيْسَ لَهٗ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اِلَّا الْفُقَهَاءُ خَاصَّةً فَاِنَّهٗ لَا يَبْقٰى لَهُمْ رِيَاسَةٌ وَلَا تَمْيِيْزٌ عَنِ الْعَامَّةِ

(فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۶)

کہ جب امام مہدی آئیں گے تو اس کے سب سے زیادہ دشمن اس زمانہ کے علماء اور فقہاء ہوں گے۔ کیونکہ اگر مہدی کو مان لیں تو ان کی عوام پر حکومت اور ان پر امتیاز باقی نہ رہے گا۔

آثار میں لکھا ہے کہ مہدی کی مخالفت سخت ہوگی اور علماء زمانہ ان پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنی کتاب حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں

چوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ بر احیاء سنت و اماتت بدعت فرماید۔ علماء وقت کہ خوگر تقلید فقہاء و اقتدار مشائخ و آباء خود باشند گویند ایں مرد خانہ برانداز دین و ملتِ ماست و بمخالفت بر خیزند و بحسب عادت خود حکم تکفیر و تضلیل وے کنند۔

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳)

یعنی اس کے زمانہ کے مولوی جو تقلید کے عادی اور اپنے بزرگوں (و کفر بازوں) کی اقتدار کے خوگر ہوں گے۔ اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ تو ہمارے دین کو خراب کرتا ہے۔ اور سب اس کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور کفر کے فتوے دینے کے عادی ہونے کی وجہ سے اسے کافر اور گمراہ قرار دیں گے۔'

صاحب اقتراب الساعۃ لکھتے ہیں

" مہدی کے دشمن علماء اہل اجتہاد ہوں گے اس لئے کہ ان کو دیکھیں گے کہ خلاف مذہب آئمہ حکم کرتے ہیں"۔

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۵)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۵۵ صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں:۔

" مسیح موعود کی باتوں کا علماء ظواہر انکار کریں گے اور مخالف کتاب و سنت جانیں گے"۔

صاحب اقتراب الساعۃ لکھتے ہیں کہ:۔

" اگر مہدی آئے تو سارے مقلد بھائی ان کے دشمن جانی بن جائیں گے۔ ان کے قتل کی فکر میں ہوں گے۔ کہیں گے کہ یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے"۔ صفحہ ۲۲۴

یہ ہیں کچھ نمونے ان پیشگوئیوں کے جو امام مہدی اور مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگانے والوں۔ اور اس برگزیدہ وجود کی شدید مخالفت کرنے والوں کے حق میں بہت عرصہ پہلے اسلامی کتب میں موجود چلی آتی ہیں اور اب جب کہ اس زمانہ میں امام مہدی اور مسیح موعود ظاہر ہو گئے۔ تو ان میں مذکور ایک ایک بات نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ اس کے بعد فیصلہ کرنا ہر شخص کا اپنا کام ہے کہ اس مدعی مہدویت و مسیحیت کی صداقت کہاں تک مشتبہ ہے۔ اور کفر کے فتوے دینے والے کہاں تک حق بجانب کہے جا سکتے ہیں

— ÷ —— ÷ —

یہی نہیں کہ امام مہدی اور مسیح موعود پر ہی علماء نے کفر کے فتوے لگائے یہ کفر سازمشین تو بہت عرصہ پہلے ہی علماء کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور اس طائفہ نے کسی بھی بزرگ کو اس کا نشانہ بنائے بغیر نہیں چھوڑا۔ ذیل میں چند مختصر اشارے اس بات کے لئے کافی ہیں کہ دیگر بزرگانِ اُمت پر بھی علماء وقت کے کفریہ فتوے لگتے رہے۔ لیکن یہ بات ایک کھلی حقیقت کا رنگ رکھتی ہے کہ ان فتووں کے نتیجہ میں بزرگان کی بزرگی پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آئی بلکہ ان کی قدر و منزلت خدا تعالیٰ کی تائید سے بڑھ گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کی مقبولیت کو دلوں میں بٹھایا

بزرگانِ اُمت جنکی تکفیر اور تکذیب کی گئی

(۱) حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو نعوذ باللہ خارج از اسلام کہنے والے اب تک ایران و ہندوستان وغیرہ بلاد میں موجود ہیں۔ (تحفۃ المومنین صفحہ ۵)

(۲) حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضؓ اور دیگر صحابہ کو گالیاں دینے والے انہیں مرتد قرار دینے والے کئی ملکوں میں اب تک موجود ہیں اور لوگ ان سے خوب واقف ہیں۔

۳۔ حضرت علیؓ کو ایسا سمجھنے والے مسقط اور بصری میں خوارج اب تک موجود ہیں۔

(منہاج السنۃ صفحہ ۔۔)

حضرت امام حُسین رضؓ

یزید پلید نے بوجہ حضرت امام حسین رضؓ کے انکار اطاعت کے علماء سے قتل کا فتویٰ طلب کیا۔ علماء نے آجکل کے علماء کی طرح خصلوت لنزلی اور طمع نفسانی سے قتل کا فتویٰ دیا۔ تو بموجب فتویٰ علماء کے یزید پلید نے حضرت امام حُسین رضؓ کو بمع آل و اولاد بھوکا پیاسا کربلا میں شہید کر دیا۔

(افضل الاعمال فی وجوب نتائج الاعمال صفحہ ۔۔)

چونکہ ایسے الحاد کی لمبی فہرست ہے خاکسار صرف بزرگان مِلّت کے اسماء گرامی پر اکتفاء کرتا ہے۔ ان ان بزرگوں کے بارے میں تفاصیل کا مطالعہ ذیل میں تحریر کردہ کتب سے فرما سکتے ہیں کہ کس طرح ان کے بارے میں فتوے دئیے گئے۔ اور انکو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔

(۱) حضرت امام زین العابدین رحؒ
(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ
(۳) " امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
(۴) " ابو عبداللہ امام محمد بن ادریس شافعی رحؒ
(۵) " ابو عبداللہ امام مالک بن انس رحؒ
(۶) " امام احمد بن حنبل رحؒ
(۷) " امام محمد بن اسماعیل بخاری رحؒ
(۸) " ابو عبدالرحمٰن امام نسائی رحؒ
(۹) " ابو یزید بسطامی رحؒ
(۱۰) " ذوالنون مصری رحؒ
(۱۱) " سہل بن عبداللہ تستری رحؒ
(۱۲) " جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) " محمد بن فضل بلخی رحؒ
(۱۴) " ابو بکر شبلی رح
(۱۵) " شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر رحؒ
(۱۶) " شیخ محی الدین ابن عربی رحؒ
(۱۷) " جلال الدین رومی رحؒ
(۱۸) " عبدالرحمان جامی رحؒ
(۱۹) " شیخ فریدالدین عطار رحؒ
(۲۰) " منصور حلاج رحؒ
(۲۱) " شیخ ابوالحسن اشعری شافعی رحؒ
(۲۲) " ابو حامد غزالی رحؒ
(۲۳) " تقی الدین ابن تیمیہ رحؒ
(۲۴) " حافظ ابن القیم رحؒ
(۲۵) " مجدد الف ثانی رح
(۲۶) " شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ دہلوی
(۲۷) " مرزا جان جاناں رحؒ
(۲۸) " سید احمد بریلوی رحؒ
(۲۹) " مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رحؒ

نیز اس زمرے کے بے شمار علماء کرام کے بارہ میں مندرجہ ذیل کتب میں تفصیلی حالات درج ہیں۔ جن کے تفصیلی حالات درج کرنے کی اس مضمون میں گنجائش نہ تھی۔ ذخیرہ الجرہ۔ فتح الخلائق

باقی صفحہ ۳۴ پر

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے مؤلف "اصحاب احمد" قادیان

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں جو وحی فرمائی اس میں ارشاد الٰہی تھا کہ آپ اپنے رب خالق کا نام لوگوں تک پہنچائیں اور پھر کچھ عرصہ کے وقفہ کے بعد یہ ارشاد ہوا کہ اٹھو اور لوگوں کو بیدار اور ہوشیار کریں اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں اور اپنے نفس کو پاک کریں اور ہر قسم کے شرک سے اجتناب کریں۔ سو آپ نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے ملنے جلنے والوں میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ مخفی اور خاموش تبلیغ کا سلسلہ تین برس تک جاری رہا۔ بعض اوقات خود ایک مسلمان کو دوسرے کے متعلق معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ بھی اسلام قبول کر چکا ہے۔ اس عرصہ میں عملاً حاکم و غالب قریش کے سرداروں کو بہت کم ہی اس کی خبر پہنچتی اور پہنچتی بھی تو صرف ہنسی مذاق تک محدود رہتی۔ اور کوئی خاص مخالفت نہ تھی۔

چوتھے سال کے شروع میں حضور علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ "فاصدع بما تومر" (کہ جو تجھے حکم دیا گیا ہے وہ کھول کھول کر لوگوں کو سنادے) اور پھر یہ حکم ہوا کہ:۔

"فانذر عشیرتک الاقربین" (کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار اور بیدار کرو) اس پر حضور صلعم نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر ان کو بلایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اے قریش! اگر میں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟ اس بالکل ناقابل قبول بات کے بارے میں سب نے کہا کہ ہم ضرور یہ بات مان لیں گے کیونکہ ہم نے ہمیشہ تمہیں باتوں میں سچا پایا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا پھر سنو! کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا لشکر قریب آپہنچا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ تا اس عذاب سے بچ جاؤ۔ یہ سن کر قریش کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ اور آپ کے چچا ابو لہب نے کہا کہ تو ہلاک ہو۔ کیا اس بات کے لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔ چنانچہ لوگ تمسخر کرتے منتشر ہو گئے۔

اسی زمانہ میں حضور علیہ السلام نے دار ارقم کو مرکز کے طور پر اختیار کیا۔ جہاں تبلیغ بھی کی جاتی تھی۔ عبادت بھی کی جاتی تھی اور اس سے پہلے قریب عرصہ سے کھلے طور پر تبلیغ ہونے لگی تھی۔ اسلام توحید کا داعی تھا۔ بتوں کی عبادت اور شرک سے اجتناب کا حکم دیتا تھا اور فسق و فجور سے بھی جس میں سارا عرب بُری طرح ملت پت تھا۔ اور اسلام کا سبق دیتا تھا۔ جب کہ عرب میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ کعبہ شریف بتوں کا مرکز تھا اور اہالیان مکہ کا اعزاز اسی مرکزی بت خانہ کے باعث قائم تھا اور حج کے موقعہ پر خصوصاً بت پرستی کی خاطر کثرت سے زائرین کی آمد بہت بڑی آمدنی کا موجب تھی۔ پھر اعلیٰ اور ادنیٰ طبقہ میں یہ لوگ بٹے ہوئے تھے اور خصوصاً زر خرید غلاموں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اور اسلام کو آغاز میں قبول کرنے والوں کی اکثریت بظاہر غلام، لونڈیوں اور اعلیٰ خاندانوں کے تو جوانوں پر جن کا اثر و رسوخ نہ تھا، مشتمل تھی۔

اہل مکہ اس آواز کو تو پہلے معمولی اور بے اثر پاتے تھے اس لئے کسی قسم کی اجتماعی کوشش مخالفت کے رنگ میں نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ چونک پڑے تھے کہ یہ آواز اپنا اثر ظاہر کر رہی ہے اور ہمارے مذہب میں سیندھ لگنی شروع ہو گئی ہے۔ اگر ابتداء میں ہی اس کا مقابلہ نہ کیا گیا تو معاملہ بہت بڑھ جائے گا بلکہ ممکن ہے کہ ہاتھ سے نکل جائے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے آخری دس (۱۰) سال آپ اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے بے حد اندوہناک تھے۔ تاریخ میں مختصر طور پر اس طویل عرصہ کے مظالم کا تذکرہ ہوا ہے۔ بے پناہ مظالم کا تختہ مشق آپ کو بنایا جاتا تھا اور ہر ظلم و ستم کو جائز متصور کیا جاتا تھا۔ اور مطابق سورۃ الحج رکوع ۶ اس کا باعث صرف یہ امر تھا کہ ان یّقولوا ربّنا اللّٰہ کہ مسلمان کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ گویا بت پرستی اور شرک سے بیزاری اور توحید پرستی کے باعث ان کو تکالیف دی جاتی تھیں اور مذہبی آزادی ان کے لئے تسلیم نہ تھی۔ کفار جبر و استبداد سے اپنے مذہب پر مسلمانوں کو چلانا چاہتے تھے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادت کی آزادی نہ تھی۔ کھلے بندوں آپ ان مذہبی امور کو ادا نہیں کر سکتے تھے۔

حضور صلعم حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان میں اپنے ساتھیوں سمیت نمازیں ادا فرماتے اور دینی باتیں کرتے تھے۔ اپنے صحن تک میں باآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کرنا جُرم متصور ہوتا تھا۔ مصائب کے حد سے بڑھنے پر صحابہ کرام اجازت لے کر مکہ مکرمہ چھوڑ کر باہر جانے لگے۔ حضرت ابوبکر جیسے نرم دل، بے شر اور بارسا بزرگ بھی اجازت لے کر روانہ ہوئے تو مکہ کے ایک رئیس نے دیکھا اور پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہاں مذہبی آزادی نہیں اور میری قوم عداوت پر آمادہ ہے اس لئے میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں اس رئیس نے کہا کہ جس شہر سے آپ جیسا آدمی نکل جائے، وہ آباد کس طرح رہ سکتا ہے۔ آپ کی حفاظت کا میں ضامن ہوں۔ آپ واپس آگئے۔ اور اس وقت کے طریق کے مطابق اس رئیس نے آپ کی حفاظت کے ضامن ہونے کا اعلان کر دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اطمینان سے رہنے لگے۔ اپنے صحن میں رقت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو نیا کلام سن کر اور آپ کو روتا دیکھ کر بچے اور عورتیں جمع ہونے لگتیں اور یہ لوگ متاثر ہونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ تو اچھی باتیں ہیں۔ اس پر ان عورتوں کے خاوندوں نے اس رئیس سے شکایت کی کہ آپ نے یہ کیا مصیبت پیدا کر دی ہے۔ اسلام کا چرچا شروع ہو گیا ہے۔ اور یہ سارا محلہ اسلام قبول کرے گا۔ یا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سمجھائیں کہ بلند آواز سے تلاوت نہ کریں یا اپنی ضمانت واپس لے لو۔ اس رئیس نے یہ بات کہی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلعم کی حفاظت میں رہنا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ اس رئیس نے ضمانت واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ (تاریخ الخمیس جلد اوّل)

مخالفین کے بغض کی شدت کا اس بیان سے علم ہوتا ہے کہ جو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کا ہے جو ایمان لانے سے پہلے کی حالت کا ذکر وفات کے وقت کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی وجہ سے ایسی شدید نفرت میرے دل میں پیدا ہوئی کہ ایمان لانے تک میں نے آپ صلعم کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ آپ نظر آتے تو آنکھیں نیچی کر لیتا کہ (نعوذ باللہ) میں آپ صلعم کی شکل نہ دیکھ لوں۔

مکی زندگی میں کفار کی طرف سے مسلمانوں کو بے حد تکالیف دی جاتی تھیں۔ غلاموں کی زندگی عرب کے رسم و رواج کے مطابق اُن کے مالکوں کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ باقاعدہ حکومت نہ تھی جو ظلم بھی روا رکھا جاتا اس میں دخل نہ دیا جاتا تھا۔

جو غلام مسلمان ہوتا وہ شرک کو بُرا کہتا اس پر عرب کے لوگ جھلا اٹھتے کہ ہمارے بتوں کے خلاف کہا جاتا ہے اور کہتا بھی وہ طبقہ ہے جو غلاموں کا ذلیل ہے۔ اس طبقہ کے بے بس غلام کو عرب جیسے شدید گرم علاقہ کی تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا۔ اگر پھر بھی وہ اسلام سے انکار نہ کرتا تو تپتے پتھر اس کے سینہ پر رکھ دیئے جاتے اور بعض دفعہ کوئی شخص سینہ پر چڑھ جاتا۔ بعض کے پاؤں کو رسّی سے باندھ کر گلیوں میں کھنگروں سے اوپر سے گھسیٹا جاتا اور وہ لہو لہان ہو جاتا اور بعض دفعہ وزنی پتھر رکھ کر اسلام سے انحراف پر مجبور کیا جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت سے ان پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے کئے گئے مظالم کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کپڑا اٹھا کر اپنی پیٹھ دکھائی جسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران ہوئے اور پوچھا کہ کیا کھال اس طرح کسی بیماری سے ہوئی ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ بیماری نہیں۔ پتھروں پر جو ہمیں گھسیٹا جاتا تھا اس سے زخم ہو کر چمڑا ایسا ہو گیا ہے۔ آپ اس وقت آزاد تھے اور لوہار کا کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش نے ان کو پکڑ کر آہنی کی بھٹی میں دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا اور ایک شخص ان کی چھاتی پر چڑھ گیا تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں چنانچہ وہ کوئلے اس طرح جل جل کر اُن کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے۔

(بخاری، مسلم و اسد الغابہ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ایسے مظالم پہنچائے جاتے تھے کہ سن کر بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ ایک دفعہ ایسے ہی حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو یہ دیکھ کر دردمندانہ لہجہ میں فرمایا کہ اے آل یاسر! صبر کا دامن پکڑے رکھو کہ ان تکالیف کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جنّت تیار کر رکھی ہے۔ یاسر رضی اللہ عنہ تو اسی عذاب کی حالت میں جاں بحق ہو گئے۔ بوڑھی سمیہ رضی اللہ عنہا کی ران میں ابو جہل نے اس بے دردی سے نیزہ مارا کہ وہ شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے جان دیدی۔ عمار کو بھی بے حد ایذائیں دی گئیں۔

زنیرہ لونڈی کو ابو جہل نے اس بیدردی سے زد و کوب کیا کہ اس بیچاری کی آنکھیں جاتی رہیں ابو جہل طنزاً کہا کرتا تھا کہ اگر اسلام سچا ہوتا تو کیا بھلا اسے مل جاتا اور ہم محروم رہتے

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومی کو جو اب غلام نہ تھے اور نسبتاً خوشحال تھے، قریش اتنا زد و کوب کرتے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے۔ یہ وہی صہیب رضی اللہ عنہ تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زخمی ہونے پر امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا تھا۔ مسلمان ہونے سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ ایک لونڈی لبینہ رضی اللہ عنہا کو اتنا مارتے تھے کہ تھک جاتے۔

پھر دَم لے کر مارنے لگ جاتے ۔ وہ صرف اتنا کہتی کہ عمر اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس ظلم کو بغیر انتقام نہ چھوڑے گا ۔

ایک نیم نوجوان نے اسلام کو قبول کیا تو ماں نے غصہ سے اس کے برتن الگ کر دیئے ۔ پھر بھی اس پر اثر نہ ہوا تو والدین نے سمجھایا ۔ پھر بھی وہ بات نہ مانا تو اسے مارا پیٹا اور جب پھر بھی اس نے اسلام ترک نہ کیا تو ایک روز کہا کہ ہم تمہارے ماں باپ نہیں ۔ گھر سے نکل جاؤ ۔ وہ نکل گیا اور حبشہ ہجرت کر کے چلا گیا ۔ کچھ عرصہ بعد واپس آیا ۔ والدین نے خوشی منائی اور گلے لگایا یہ نوجوان سمجھا کہ میری جُدائی سے ان کا غصہ ختم ہو چکا ہے ۔ والدین نے سمجھا کہ اسلام سے توبہ کر لی ہے ۔ ماں نے کہا کہ شکر ہے کہ تیری آنکھیں کھلیں ۔ اب تو (معاذاللہ) اس صابی کے پاس نہ جانا لڑکا جوش سے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ آپ میرے والدین ہیں لیکن مَیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہر قربانی کرنے کو تیار ہوں ۔ اگر آپ نے حضور کی نسبت پھر کوئی ایسا لفظ کہا تو پھر آپ میرے والدین نہیں ۔ والدین نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر تم ہمارے بیٹے نہیں ۔ یہ سُنتے ہی بیٹا گھر سے نکل گیا اور ساری عمر اس نے ان کی صورت نہیں دیکھی ۔

مکی زندگی میں جوں جوں تبلیغ اسلام زیادہ ہو رہی تھی ویسے ہی مخالفت میں شدت رُونما ہو رہی تھی ۔ قبائلی طریق آڑے آتا تھا اس لئے معززین کا ایک وفد حضور علیہ السلام کے چچا ابو طالب سے ملا اور زور دیا کہ وہ حضورؐ کو سمجھائیں کہ وہ اس تبلیغ سے باز آئیں یا پھر ہمیں اور ان کو چھوڑ دیں کہ ہم آپس میں فیصلہ کر لیں لیکن ابو طالب نے نرمی سے باتیں کر کے ان کے جوش کو ٹھنڈا کر کے واپس کر دیا ۔ (ابن ہشام)

لیکن چونکہ ناراضگی کا سبب موجود تھا اور پھر بھی سختی سے شرک کی تردید میں آیات نازل ہو رہی تھیں یہ لوگ پھر ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ اب معاملہ حد کو پہنچ گیا ہے اس لئے ہم بالکل صبر نہیں کر سکتے ۔ اگر تم اس کی حمایت سے دستبردار نہیں ہو سکتے تو پھر ہم بھی مجبور ہیں ۔ پھر ہم تم سب کے ساتھ مقابلہ کریں گے ۔ یہاں تک کہ دونوں فریقوں میں سے ایک فریق ہلاک ہو جائے ۔

ابو طالب کے لئے اب نہایت نازک موقعہ تھا اور وہ سخت ڈر گئے اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلایا اور کہا کہ :۔

اے میرے بھتیجے ! اب تیری باتوں کی وجہ سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دیں اور ساتھ ہی مجھے بھی ۔ تُو نے ان کے معبودوں کو وقود النّار اور ان کے بزرگوں کو شرّ البریّہ کہا ہے ۔ مَیں خیرخواہی سے کہتا ہوں کہ اس کام سے باز آ جاؤ ۔ ورنہ میں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا ۔

حضور علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ ابو طالب کا پائے ثبات بھی لغزش میں ہے اور دنیوی اسباب میں سے سب سے بڑا سہارا مخالفت کے بوجھ کے نیچے دب کر ٹوٹنا چاہتا ہے ۔ مگر آپؐ کے ماتھے پر بَل تک نہ آیا اور آپؐ نے نہایت اطمینان سے فرمایا میری طرف سے نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو وہ کام ہے جس کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کی خرابیاں اُن پر ظاہر کر کے انہیں سیدھے راستے کی طرف بُلاؤں اور اگر اس راہ میں مجھے مرنا درپیش ہے تو مَیں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اس راہ میں وقف ہے اور مَیں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے نہیں رُک سکتا ۔ اور اے چچا ! اگر آپ کو اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو آپ بے شک مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہو جائیں ۔ مگر مَیں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکوں گا ۔ اور خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لا کر دیدیں تب بھی مَیں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا ۔ اور مَیں اپنے کام میں لگا رہوں گا ۔ حتّٰی کہ خدا اسے پورا کرے یا مَیں اس کوشش میں مارا جاؤں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر فرما رہے تھے اور آپ کے چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقّت نمایاں تھی اور جب آپ تقریر ختم کر چکے تو آپؐ یکلخت چل پڑے اور وہاں سے رخصت ہونا چاہا ۔ مگر ابو طالب نے پیچھے سے آواز دی ۔ جب آپؐ لوٹے تو دیکھا کہ ابو طالب کے آنسو جاری تھے ۔ اس وقت ابو طالب نے بڑی رقّت سے آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا کہ :۔

" بھتیجے جا اور اپنے کام میں لگا رہ ۔ جب تک مَیں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے مَیں تیرا ساتھ دوں گا "

(ابن ہشام و طبری و تاریخ)

تیسری بار یہ لوگ ابو طالب کے پاس پہنچے اور کہا یہ ایک نوجوان جو قریش کے بہترین نوجوانوں میں سے ہے ۔ اس سے جو فائدہ چاہو اٹھا لو ۔ چاہو تو اسے بیٹا بنا لو اور اس کے بدلہ میں محمد ہمارے سپرد کر دو کیونکہ اس نے ہمارے باپ دادا کے دین کے بارے میں رخنہ پیدا کر کے ایک فتنہ کھڑا کر رکھا ہے ۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ عجیب انصاف ہے کہ مَیں تمہارے لڑکے کو لے کر بیٹا بناؤں ، کھلاؤں پلاؤں اور اپنا بیٹا قتل کرنے کے لئے تمہیں دیدوں ۔ اس پر قریش نے کہا کہ ہم نے تم پر ہر رنگ میں اتمام حجت کر دی ہے ۔ اور جھگڑے سے اپنے آپ کو بچایا ہے ۔ مگر تم کوئی بھی بات مانتے نظر نہیں آتے ۔ ابو طالب نے کہا کہ مَیں کیا کہہ سکتا ہوں تم نے جو کرنا ہے کرو ۔

اس پر اُن لوگوں نے وہ مظالم کرنے شروع کئے جن میں سے صرف چند ایک کا ذکر اوپر آ چکا ہے ۔ نہایت سنگدلی سے بعض مسلمانوں کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھ کر مختلف سمتوں میں اونٹوں کو دوڑا کر اُن کو شہید کیا گیا ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی بہت مظالم توڑے گئے ایک بدبخت نے آپؐ کو کعبہ کے پاس نماز کی حالت میں گلے میں کپڑا ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ کا سانس رُکنے لگا ۔ حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو آ کر چھڑایا ۔ ایک روز آپ نے صحن کعبہ میں اعلان توحید کیا تو قریش نے ہنگامہ برپا کر دیا تو آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے بیٹے حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ نے آ کر بچانا چاہا تو کسی نے ان پر تلوار کا وار کر کے وہیں ڈھیر کر دیا ۔ آپ کے چچا ابولہب کے دو بیٹوں سے حضور صلعم کی دو بیٹیاں شادی شدہ تھیں ۔ ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ان کو طلاق دیدو ۔ چنانچہ انہوں نے طلاق دیدی ۔ تین سال تک تمام مسلمانوں کا شدید معاشی اور سماجی مقاطعہ کیا گیا ۔ جس کی تکلیف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

ان حالات میں صبر کا پیمانہ چھلکنے لگتا ۔ ایک دفعہ حضرت خبابؓ بن ارت اور دیگر صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ! قریش سے اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں آپؐ ان کے لئے بددُعا کیوں نہیں کرتے ؟ حضور صلعم اُٹھ کر بیٹھ گئے چہرہ سُرخ ہو گیا ۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا مگر وہ اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے ۔ اور وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سَروں پر آرے چلا کر ان کو دو ٹکڑے کر دیا گیا مگر ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اس کام کو ضرور پورا کر دے گا ۔ حتّٰی کہ ایک شتر سوار صنعاء (شام) سے حضر موت سفر کرے گا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا ڈر نہ ہو گا مگر تم جلدی کرتے ہو ۔ (بخاری)

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مع چند دیگر صحابہ کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم مشرک تھے تو معزز تھے ۔ لیکن جب سے مسلمان ہوئے ہیں کمزور و ناتواں ہو گئے ہیں اور ہم کو ذلیل ہو کر کفار کے مظالم برداشت کرنے پڑتے ہیں ۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کا مقابلہ کریں ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ معاف کرو ۔ پس مَیں لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا (نسائی)

تاریخی طور پر مکی زندگی کے آخری دس سالوں میں مسلمانوں پر منظم طور پر شدید مظالم ڈھائے گئے ۔ اور جیسا کہ سورۃ الانفال میں ذکر کیا گیا ہے ۔ مخالفین چاہتے تھے کہ حضور کو قید کر لیں ، شہید کر دیں یا جلا وطن کر دیں ۔ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے واپس کر دیں ۔ غار ثور میں حضور گویا قید ہوئے ۔ شہید کرنے کی کوشش کی ۔ ہر دو سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ۔ حضورؐ نے ہجرت فرمائی ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر تھی ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم اور اسلام کی کامرانی کے سامان کر دیئے ۔ اور یہ حسرت کفار کے کسی حصّہ کی باقی نہ رہنے دی کہ ہم یُوں کرتے تو کامیاب ہوتے ۔ تینوں اقسام کے وار کرنے کا سامان کر کے کفار کو ہی ناکام و نامراد کیا ۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی اور ہجرت سے پہلے کئی بار آپ کو فتح و نصرت اور کامرانی کی خبریں دیں ۔ اور یہ بھی بتایا گیا تھا اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ۔ اس لوٹنے کی جگہ وہ ذات تمہیں واپس لائے گی جس نے قرآن مجید تجھ پر فرض کیا ۔

حضور علیہ السلام اور حضرت ابوبکرؓ مکّہ سے ہجرت کر کے چھپتے چھپاتے بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ تشریف لے گئے ۔ وہاں بھی یہود اور ان کی اور مکّہ والوں کی شہ پر ارد گرد کے قبائل نے بھی اور مکّہ والوں نے بھی اسلام کے استیصال کی ہر ممکن کوشش کی ۔ لیکن آٹھ سال کے قلیل عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کی معیّت میں نہایت تزک و احتشام اور جاہ و جلال کے ساتھ مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے ۔ لیکن ایسی فاتح شان میں کہ تمام مُجرمین کے لئے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص مقابلہ نہیں کرے گا اور گلیوں میں نہیں پھرے گا اور گھر کے دروازے بند کرے گا وہ امان پائے گا ۔

حضور صلعم نے اہل مکّہ سے پوچھا کہ آپ مجھ سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ جو یوسفؑ نے اپنے برادران سے کیا ۔ حضور صلعم نے کریمانہ انداز میں یہ اعلان فرمایا

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء کہ جاؤ میں تمہیں کسی قسم کی سرزنش نہیں کرتا تم سب آزاد ہو ۔

پس کمزوری اور بے سروسامانی کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی فتح کے سلسلہ ایسی زبردست پیشگوئی کرنا اور پھر اس پیشگوئی کا پورا ہو جانا آپؐ کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے ۔ چنانچہ ایک یورپین مصنف نے اس امر کا یوں اظہار کیا ہے کہ

جب میں یہ بات دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ میں ایک مسجد میں بیٹھے ہیں جس کی چھت ٹہنیوں سے بنی ہوئی ہے اور جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو بارش کی وجہ سے پیدا شدہ کیچڑ میں ۔ ان کے پارچات اور ماتھے اور گھٹنے لت پت ہو جاتے ہیں ۔ مسجد میں کوئی فرش نہیں ہوتا ننگی ہوتی ہے ۔ لوگوں کے پاس پورا لباس نہیں ہوتا ۔ ایسی حالت میں وہ پورے وثوق اور یقین کے ساتھ دنیا کو فتح کرنے کا مشورہ کرتے ہیں ۔ اور پھر ایسا کر کے دکھا دیتے ہیں تو تم جو چاہو کہو ، لیکن میرا دل برداشت نہیں کر سکتا کہ میں آپؐ کو جھوٹا اور فریبی کہوں ۔

اللھم صلی علیٰ محمد و آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید

ختمِ نبوّت اور مسیحؑ کی آمدِ ثانی کا عقیدہ

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

پاکستان کی قومی اسمبلی نے تحفظ ختم نبوت کے نام پر جو ترمیمی بل پاس کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ:-

"حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مشروط اور مکمل طور پر آخری نبی نہ ماننے والا یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت یا اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والا۔ یا کسی ایسے شخص کو جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرے مذہبی مصلح ماننے والا ہر شخص غیر مسلم ہے۔"

اس جابرانہ اور جاہلانہ فیصلہ کو پڑھ کر ضرب المثل یاد آجاتی ہے کہ "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کیونکہ تمام اسلامی فرقے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اور امام مہدی کی آمد کے قائل ہیں جیسا کہ شیعہ ماہنامہ معارف اسلام لاہور نے اپنے رسول نمبر مجریہ جولائی ۱۹۶۵ء میں یہ لکھا ہے کہ:-

"تمام اہل اسلام نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی بنا پر حضرت عیسیٰ بن مریم اسرائیلی نبی کی آمد ثانی کو تسلیم کیا ہے۔" (صفحہ ۸۲)

اور جناب محمد اسحٰق صاحب ندوی استاد دار العلوم ندوہ لکھنؤ تحریر کرتے ہیں:-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی دوسرے نبی کا جنہیں منصب نبوت آنحضورؐ کے زمانہ مبارک سے پہلے عطا فرما دیا گیا ہو دوبارہ آنا ہرگز ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ کسی نئے نبی کی بعثت بے شک ختم نبوت کے منافی ہے۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

دوسری طرف شیعہ صاحبان کا مخصوص عقیدہ ہے کہ:-

(۱) مابعث اللہ نبیًّا من لدن آدم الا و یرجع الی الدنیا فینصر امیر المؤمنین:

(تفسیر القمی صفحہ ۲۲)

(ب) "فرمود کہ آں وقتے خواہد بود کہ حق تعالیٰ جمع کند در روئے او پیغمبراں و مناں را تا یاری کنند او را"

(حق الیقین صفحہ ۱۵۶)

یعنی امیر المؤمنین امام مہدی کی تائید و نصرت کے لئے سب نبی دوبارہ آنے والے ہیں۔

اسی طرح شیعہ اصحاب کی معتبر کتاب "بحار الانوار" میں لکھا ہے کہ:-

"الا ومن اراد ان ینظر الی ابراھیم و اسمٰعیل فھا انا ذا ابراھیم و اسمٰعیل الا ومن اراد ان ینظر الی موسٰی و یوشع فھا انا ذا موسٰی و یوشع الا ومن اراد ان ینظر الی عیسٰی و شمعون فھا انا ذا عیسٰی و شمعون۔ الا ومن اراد ان ینظر الی محمدٍ و امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ فھا انا ذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و امیر المؤمنین الخ۔"

(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۲)

یعنی حضرت امام مہدی فرمائیں گے کہ جو شخص ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ۔ موسیٰؑ و یوشعؑ عیسیٰؑ و شمعونؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کو دیکھنا چاہے وہ میں ہوں مجھے دیکھ لے۔

قارئین کرام! قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے ان عقائد کے بالمقابل پاکستانی قومی اسمبلی کے مذکورہ فیصلہ کو رکھئے اور بتائیے کہ کیا کوئی بھی اسلامی فرقہ خارج از اسلام قرار پانے سے رہ جاتا ہے؟ کیونکہ اس صورت میں تو کوئی بھی مسلمان فرقہ ایسا نہیں نظر آتا جو آنحضرت صلعم کو غیر مشروط اور مکمل طور پر خاتم النبیین تسلیم کرتا ہو اس لحاظ سے حکومت پاکستان نے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں محض تعصب کی بنا پر جو فیصلہ کیا ہے۔ اس کی رو سے تو کوئی مسلمان نہیں بچ سکتا۔ یا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس فیصلہ کی روشنی میں خود پاکستان نے اپنے آپ کو ایک غیر مسلم ملک قرار دے لیا ہے۔ اگر یہ نتیجہ درست نہیں تو پھر جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینا بھی سراسر ظلم اور مسلمانوں کے عقیدہ کا مضحکہ اڑانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ مسیحؑ کی آمد ثانی اور امام مہدیؑ کے ظہور کے بارے میں آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے جماعت احمدیہ اور اس کے مخالف علماء اصولی طور پر عقیدہ کے لحاظ سے اتفاق رکھتے ہیں البتہ شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ چنانچہ صدق جدید لکھنؤ میں ایک صاحب علم اور جمعیۃ العلماء سے رابطہ رکھنے والے اہل قلم رقمطراز ہیں:-

"یہ قادیانی اور ان کے مخالف علماء دونوں اصولی طور پر ایک ہی عقیدہ رکھتے ہیں اختلاف صرف شخصیت میں ہے علماء کہتے ہیں کہ بیشک حضرت مسیحؑ بحالتِ نبوت تشریف لائیں گے ان پر وحی بھی نازل ہوگی وحی لانے والے حضرت جبرئیل ہوں گے۔ مگر نازل ہونے والے مسیح غلام احمد قادیانی نہیں ہیں۔ وہ تو آئیں گے گویا فرق یہ ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ تشریف لے آئے ہیں علماء کہتے ہیں کہ نہیں۔ وہ ابھی نہیں آئے۔ مگر آئیں گے ضرور پھر قادیانیوں اور ان کے مخالف علماء میں فرق کیا رہا؟ اصول میں دونوں متفق ہیں مابہ النزاع صرف شخصیت ہے۔"

(صدقِ جدید لکھنؤ ۶ اگست ۱۹۶۵ء)

حضرت مسیحؑ آمد ثانی میں نبی ہونگے

یہ امر اہل اسلام میں مسلّم ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور آئیں گے۔ جیسا کہ بخاری کی روایت میں آنحضرت صلعم نے خدا تعالیٰ کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ "لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم"

(بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

یعنی تم میں ضرور ضرور مسیح ابن مریم نازل ہوں گے۔ اسی طرح مسلم کی روایت میں بھی یہ لفظ آتے ہیں کہ "واللہ لینزلن ابن مریم" تو اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے باوجود وہ اپنی آمد ثانی میں نبی ہوں گے یا نہیں اس سلسلہ میں بھی جمہور مسلمانوں کا یہی نظریہ ہے کہ وہ ضرور نبی ہوں گے چنانچہ

(۱) خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کو ایک ہی موقعہ پر بار بار نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم باب ذکر الدجال میں مفصل حدیث آتی ہے اس میں چار مرتبہ حضور مسیح موعود کو "نبی" کہہ کر یاد فرمایا ہے۔

(۲) اسی طرح ایک اور حدیث میں آنحضرت صلعم نے آنے والے مسیح کو نبی کہہ کر پکارا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس بینی و بینہٗ نبیٌّ یعنی عیسٰی و انہٗ نازلٌ

(ابو داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

یعنی حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ آنے والے مسیح اور میرے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔ اور وہ (مسیح) ضرور تم میں نازل ہوگا

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسیح کی آمد ثانی کے پیش نظر ہی یہ فرمایا ہے کہ

قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ

(تکملہ مجمع بحار صفحہ ۸۵ و تفسیر در منثور جلد پنجم زیر آیت خاتم النبیین)

کہ لوگو! یہ تو کہا کرو کہ آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۴) تفسیر در منثور جلد پنجم میں امام جلال الدین السیوطیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

عن الشعبی قال قال رجلٌ عند المغیرۃ ابن شعبہ، صلی اللہ علی محمدٍ لا نبی بعدہٗ فقال المغیرۃ حسبک اذا قلت خاتم النبیین فانّا کنا نحدث ابن مریم خارج فان خرج فقد کان قبلہٗ و بعدہٗ:

یعنی شعبی جو کبار تابعین میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ کے پاس ایک شخص نے کہا کہ جناب محمدؐ پر اللہ تعالیٰ کا درود ہو (آپ خاتم النبیین ہیں) آپ کے بعد کوئی نبی نہیں حضرت مغیرہ فرمانے لگے تمہیں خاتم النبیین کہنا کافی ہے لا نبی بعدہٗ کہنے کی ضرورت

نہیں کیونکہ ہم آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں کہا کرتے تھے کہ حضرت ابن مریم مبعوث ہونے والے ہیں۔ جب وہ مبعوث ہوں گے تو آنحضرت صلعم کے بعد وہ نبی ہوں گے۔

(۵) نواب صدیق حسن خاں صاحب نے امام جلال الدین سیوطی کے حوالے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۳۱ میں تحریر کیا ہے کہ:۔

"من قال بسلب نبوّتہ کفر حقًا فانّہ نبیٌّ لا یذھب عنہ وصف النبوۃ"

یعنی جس شخص نے حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ کہا کہ وہ آخری زمانہ میں نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے۔ وہ پکا کافر ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ بلاریب خدا کے ایک مقدس نبی تھے اور یہ نبوت کا وصف ان سے کسی طرح جدا نہیں ہو سکتا۔

قارئین غور فرمائیں کہ جبکہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح ضرور نازل ہو گا۔ اور پھر اس بات پر بھی سبھی کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح نبی اللہ ہو گا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ سب مسلمان آنحضرت صلعم کے بعد ایک نبی کی آمد کے قائل چلے آ رہے ہیں۔ لیکن یہ کیا ستم ظریفی کہ جماعت احمدیہ کو ختم نبوت کی تاویل کرنے والے اور ختم نبوت کا منکر قرار دیا جاتا ہے۔ کیا یہ مقام تعجب نہیں؟

دانشوروں کی پریشانی اور اس کا حل

سنجیدہ طبع علماء اور دانشور جب ایک طرف یہ دیکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آخری زمانہ میں حضرت مسیح بطور نبی کے آئیں گے۔ اور دوسری طرف وہ قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کے بارے میں "خاتم النبیین" کے الفاظ پڑھتے ہیں اور تیسری طرف وہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلہ کو دیکھتے ہیں کہ احمدیوں کو مذکورہ بالا عقائد سے متفق ہونے کے باوجود صرف شخصیت کے اختلاف کی وجہ سے "غیر مسلم" قرار دیا گیا ہے۔ تو ان کا ایک طبقہ بجائے قرآن و حدیث میں تطبیق پیدا کرنے کے اسی میں اپنی عافیت سمجھتا ہے کہ تمام ان احادیث کو جن میں مسیح کی آمد کا ذکر ہے عیسائیوں کی سازش کا نتیجہ قرار دے کر انہیں کالعدم سمجھا جائے اور یہ مؤقف اختیار کیا جائے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کسی قسم کا بھی کوئی نبی خواہ وہ نیا ہو یا پرانا بالکل نہیں آ سکتا۔ جیسا کہ مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط نے ایسے دانشوروں کے خیالات کی مرتب رنگ میں ترجمانی کرتے ہوئے رسالہ شبستان دہلی ماہ نومبر ۱۹۷۳ء میں ایک مبسوط مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ مؤقف ایسا بدیہی البطلان ہے کہ آج تک علمائے اہل سنت والجماعت اور علمائے اہل تشیع میں سے کسی نے اس مؤقف کو نہیں اپنایا۔

یہ خیال کر لینا کہ عیسائیوں یا مجوسیوں کی سازش کے نتیجہ میں نزول مسیح کی احادیث ڈھائی تین سو سال کے بعد دیگر احادیث سے مخلوط ہو گئیں اور اس سے پہلے اس عقیدہ سے مسلمان بالکل بے خبر تھے۔ صریحًا مغالطہ ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے اس سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"اور افسوس تو یہ کہ مخالف تو مخالف ہمارے مذہب کے بیخبر لوگوں کو بھی یہی دھوکا لگ گیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ گویا ایک مدت کے بعد صرف حدیثی روایات کے مطابق بہت سے مسائل اسلام کے ایسے لوگوں کو تسلیم کرائے گئے ہیں کہ جو ان حدیثوں کے قلمبند ہونے سے پہلے ان مسائل سے بکلی غافل تھے۔ بلکہ حق بات جو ایک بدیہی امر کی طرح ہے یہی ہے کہ آئمہ حدیث کا اگر لوگوں پر کچھ احسان ہے تو صرف اس قدر کہ وہ امور جو ابتداء سے تعامل کے سلسلہ میں ایک دنیا ان کو مانتی تھی۔ ان کے اسناد کے بارے میں ان لوگوں نے تحقیق اور تفتیش کی اور یہ دکھلا دیا کہ اس زمانہ کی موجودہ حالت میں جو کچھ اہل اسلام تسلیم کر رہے ہیں یا عمل میں لا رہے ہیں یہ ایسے امور نہیں جو بطور بدعات اسلام میں اب مخلوط ہو گئے ہیں بلکہ یہ وہی گفتار و کردار ہے جو آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمائی تھی۔"

(شہادت القرآن ص۴)

ایسے دانشوروں کو خاص طور پر یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ نزول مسیح کے بارے میں جو علامات بیان کی گئی تھیں۔ اور قرآن مجید کی جو پیشگوئیاں آخری زمانے سے متعلق تھیں جب وہ سب پوری ہو چکی ہیں اور پوری ہو رہی ہیں۔ تو پھر لازمًا یہ ماننا پڑتا ہے نزول مسیح کا عقیدہ بھی بالکل درست ہے اور ضرورت زمانہ خود اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پس حقیقت یہی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "خاتم النبیین" ہونا اپنی جگہ پر بالکل درست اور برحق ہے۔ اور کوئی مسلمان بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور جماعت احمدیہ بھی آنحضور صلعم کی ختم نبوت پر دل و جان ایمان لاتی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ امت محمدیہ میں ایک مسیح کے آنے کی پیشگوئی موجود ہے۔ جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور جماعت احمدیہ کا بھی مؤقف ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی شرعی نبی یا مستقل غیر شرعی نبی نہیں آ سکتا۔ البتہ آپ ہی کی امت میں سے آپ کی تبع اور غلامی کے نتیجہ میں غیر شرعی امتی نبی یا ظلی اور بروزی نبی ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ مسیح موعود کے لئے مقدر تھا۔ اور یہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں اور یہی نظریہ بزرگان سلف کا بھی تھا۔ یعنی نبوت من کل الوجوہ بند نہیں بلکہ ایک لحاظ سے بند ہے تو دوسرے لحاظ سے اس کا دروازہ کھلا بھی ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

اسرائیلی نبی ہی آئے گا یا مثیل مسیح؟

البتہ اب یہ امر حل طلب ہے کہ آیا عامۃ المسلمین کے عقیدہ کے مطابق خود وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس امت میں نبی کے طور پر مبعوث ہوں گے جو آج سے دو ہزار سال قبل موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے؟ یا اس سے مراد ان کا مثیل ہے؟

اس سلسلہ میں جب ہم قرآن مجید احادیث اور بزرگان سلف سے رجوع کرتے ہیں۔ تو مندرجہ ذیل حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں:۔

(۱) قرآن و حدیث سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات بالصراحت ثابت ہے۔ اور وفات یافتہ ہستیوں کے متعلق قرآن مجید نے یہ اصول بتا دیا ہے کہ "فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ" (زمر ع ۵) کہ جس پر ایک دفعہ موت وارد ہو جائے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر گئے اور نہ ہی اپنے اسی جسم کے ساتھ واپس آئیں گے۔

(۲) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "رَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ" (آل عمران: ۵۰) قرار دیا ہے۔ پس جس صورت میں قرآن مجید قیامت تک واجب العمل ہے۔ تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امت محمدیہ یا غیر اسرائیلی دنیا کی طرف نہیں آ سکتے۔

(۳) آنے والے مسیح اور مسیح ناصری کا جو حلیہ آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا ہے۔ وہ بالکل متضاد اور متباین ہے چنانچہ آپؐ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"فاما عیسیٰ فاحمر جعدٌ عریض الصدر"

(بخاری جلد ۲ ص۱۶۳)

کہ مسیح ناصری سرخ رنگ گھنگھریالے بالوں اور چوڑے سینے والا تھا۔ پھر آنے والے مسیح موعود کے متعلق فرمایا۔

"فاذا رجلٌ آدمُ کاحسن ما یُری من آدم الرجال تضرب لمتہٗ بین منکبیہ رجل الشعر"

(بخاری جلد ۲ ص۱۷۱)

کہ اس کا رنگ گندمی ہو گا۔ اور خوبصورت ہو گا۔ اس کے سر کے بال (سیدھے) کندھے پر پڑے ہوں گے۔ اور درمیانہ قد کا ہو گا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو تو الگ الگ وجود ہیں

(۴) اسی طرح امام سراج الدین ابن الوردی تحریر کرتے ہیں:۔

"قالت فرقۃٌ من نزول عیسیٰ خروج رجل یشبہ عیسیٰ فی الفضل والشرف کما یقال للرجل الخیر ملکٌ وللشریر شیطان تشبیھًا بھما ولا یراد الاعیان۔"

(خریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب ص۲۶۳ مطبوعہ مصر)

یعنی ایک گروہ مسلمانوں کا نزول عیسیٰ سے ایک ایسے آدمی کے ظاہر ہونے کا قائل ہے۔ جو فضل و شرف میں عیسیٰ کے مشابہ ہو جیسا کہ نیک آدمی کو فرشتہ سے تشبیہ دے کر فرشتہ کہہ دیتے ہیں اور بُرے آدمی کو شیطان سے تشبیہ دے کر شیطان

(باقی ص۳۳ پر)

ختمِ نبوّت اور بزرگانِ سلف

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ مدراس

حضرت سرورِ کائنات و فخرِ موجودات خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سب سے اہم اور پیچیدہ مسئلہ توحید کا تھا۔ اہلِ عرب کے اذہان میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ خدا تعالیٰ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفارِ مکہ یہ کہا کرتے تھے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا
اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ

(ص آیت نمبر ۶)

یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے آکر بہت سے معبودوں کو ایک ہی بنا دیا ہے۔ ہمارے لئے یہ ایک عجیب بات ہے اور ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہمارا معبود صرف ایک ہے چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک عاشق باللہ اور فنافی اللہ تھے جیسا کہ کفارِ مکہ نے بھی کہا تھا " قد عَشِقَ محمدٌ ربَّهٗ " اس لئے آپؐ کے زمانے میں سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ توحید کا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس زمانہ میں مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ اہم اور پیچیدہ مسئلہ نبوت کا ہے اس لئے کہ آپؑ ایک عاشقِ محمدؐ اور فنافی الرسول وجود تھے۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

نیز فرمایا۔

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اور فرمایا۔

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

گویا کہ مسلمانوں کے اندر آج توحید ایک مسئلہ نہیں رہ گیا۔ لیکن مسئلہ نبوت خاص طور پر مقام ختم نبوت ان کے لئے اب ایک پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے۔ ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ مسئلہ توحید کی طرح مسئلہ نبوّت کی حقیقت بھی عام مسلمان جلد ہی جان جائیں گے۔ اور اس مسئلہ کو نہ سمجھنے سے ان کے دماغوں میں جو پردہ اور حجاب حائل ہے۔ وہ جلد ہی اُٹھ جائے گا۔

آج مسلمان آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے غلط مفہوم کی وجہ سے الجھے ہوئے ہیں۔ جماعت احمدیہ اس آیت اور حدیث کی جو تشریح اور توضیح بیان کرتی ہے۔ اس میں صرف جماعت احمدیہ ہی منفرد نہیں۔ بلکہ سلفِ صالحین کی ایک معقول تعداد ہماری ہم مکتب و ہم خیال ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مقام ختم نبوت اور حدیث لا نبیّ بعدی کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور حدیث میں خود کو آنحضرتؐ نے لا نبیّ بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے (یعنی صاحب شریعت بن کر ناقل) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔"

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے۔ اور اب کمال نبوت صرف اس شخص کو ملے گا۔ جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہو اور اس طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی صفحہ ۶)

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو"

(تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۶)

ختم نبوت کے بارے میں جماعت احمدیہ نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ کوئی نیا نہیں بلکہ ہم سے پہلے گذرے ہوئے علماء امت اور بزرگانِ کرام جو مختلف زمانوں میں آتے رہے ہیں انہوں نے بھی اس مسئلہ کے بارے میں وہی موقف اختیار کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ختم نبوت کے مخالف نہیں بلکہ آپ کے عظیم و اعلیٰ مقام کے عین مطابق بلکہ اس کو اجاگر کرنے والا ہے چنانچہ آپ اپنے دعویٰ کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا لفظ دیکھ کر دھوکا کھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانہ میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانی کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپؐ کے فیض کی برکت سے مجھے مقام نبوت تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے۔ نہ کہ اصلی نبوت اسی وجہ سے حدیث اور الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے۔ ویسا ہی میرا نام اُمّتی رکھا گیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپؐ کے ذریعہ سے ملا ہے"۔

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعویٰ حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ختم نبوت کو چار چاند لگانے والا ہے اور ختم نبوت کی جو تشریح بزرگانِ سلف نے فرمائی ہے اس کے عین مطابق ہے۔

نہایت اختصار کے ساتھ ان بزرگانِ امت اور علماء کرام کے چند اقوال اور ارشادات کسی قسم کے تبصرہ اور تشریح کے بغیر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

۱

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادگان حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی تعلیم و تدریس کے لئے ایک شخص حضرت ابو عبدالرحمان سلمیٰ کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ وہ معلّم روایت کرتے ہیں:۔

"كُنْتُ اُقْرِئُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَمَرَّ بِيْ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَنَا اُقْرِئُهُمَا وَقَالَ لِيْ اَقْرِئْهُمَا وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بِفَتْحِ التَّاءِ

(دُرِّ منثور مرتبہ امام سیوطی زیر آیت خاتم النبیّین)

یعنی:۔ مَیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو تعلیم دیا کرتا تھا ایک دفعہ میں بچوں کو پڑھا رہا تھا تو حضرت علیؓ میرے قریب سے گزرے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو ان کو خاتم النبیین کا لفظ ت کی زبر سے پڑھائیں۔

قرآن مجید میں لفظِ خاتم النبیین ت کی زبر کے ساتھ آیا ہے۔ خَاتَم کے معنی مُہر اور مصدق کے ہوتے ہیں۔ لیکن ت کی زیر کے ساتھ خَاتِم کی صورت میں عام معنے تو آخری کے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی وہ مہر کے معنوں میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ ت کی زیر کی صورت میں غلط فہمی کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے آپؓ نے کمال دور اندیشی اور بصارت سے اس خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تاکید فرمائی کہ خاتم النبیین کا لفظ استعمال کرتے وقت ت کی زبر کے ساتھ پڑھا جائے۔

آج کل بعض علماء اور مصنفین جان بوجھ کر لفظ خاتم النبیین استعمال کرتے ہیں تاکہ عامۃ المسلمین کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ اس مغالطہ دہی کے خطرے کو بھانپتے ہوئے حضرت علیؓ جنہیں حضرت رسول کریم صلعم کی بہت زیادہ قربت اور صحبت حاصل تھی اور جسمانی اور روحانی لحاظ سے گہرے روابط تھے انہوں نے امت محمدیہ کو حضرت عبدالرحمان بن سلمیٰ کے ذریعہ یہ تاکید فرمائی کہ وہ خاتَم النبیین کو زبر کے ساتھ استعمال کریں نہ کہ زیر کے ساتھ۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ خاتم کے معنے نبیوں کی مُہر کے ہیں اور اس کا مطلب ہے کہ آئندہ کوئی شخص آنحضرت صلعم کی تصدیقی مہر کے بغیر نبی نہیں بن سکتا بلکہ وہی شخص نبی بن سکتا ہے جو آپ سے فیض یاب اور آپ کا شاگرد اور خادم ہو چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا ہے۔ یعنی آپؐ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی

اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

۲
حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

دوسرے نمبر پر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ارشاد اس مسئلہ میں قابل ذکر ہے جن کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کی یہ ہدایت ہے کہ دین کا نصف حصہ ان سے سیکھ سکتے ہو اور جن کے متعلق روایتوں میں آتا ہے کہ صحابہ کرام کو بھی کوئی علمی مشکل درپیش ہوتی تو ان کے پاس اس مشکل مسئلہ کے حل کے لئے آیا کرتے تھے آپ فرماتی ہیں:-

"قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ"

(درمنثور و تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی:- اے مسلمانو! تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہہ سکتے ہو لیکن یہ نہیں کہنا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

آنحضرت صلعم کے مقام ختم نبوت کا سارا فلسفہ اس ایک فرمان میں نظر آتا ہے مسلمانوں کے ذہن میں حدیث لا نبی بعدی کا جو غلط مفہوم ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ کے اس فرمان نے اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور واضح رنگ میں بتایا ہے کہ خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی مہر اور مصدق کے ہیں اور اس کے معنے ہرگز یہ نہیں کہ آپ ہر قسم کی نبوت کو ہمیشہ کے لئے بند کرنے کے لئے آئے ہیں اور آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

۳
حضرت امام محمد طاہر رحمہ اللہ متوفی سنہ ۹۸۶ھ

آپ کو بزرگان امت میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور ایک نہایت بلند پایہ عالم تھے۔ آپ نے صحاح ستہ کے بزبان عربی نہایت مفید حواشی لکھے۔ اور لغتِ حدیث میں ایک نہایت جامع اور مبسوط دو جلدوں اور ایک تکملہ پر مشتمل مجمع بحار الانوار نامی کتاب لکھی تھی آپ حضرت عائشہ کے مذکورہ قول کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

ھٰذا ایضاً لا ینافی حینئذ لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ

یعنی حضرت عائشہ کا یہ قول حدیث لا نبی بعدی کے منافی نہیں کیونکہ حدیث کے معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نہیں آسکتا۔ جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔

(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

۴
حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ متوفی سنہ ۶۳۸ھ

امتِ مسلمہ کے ایک بہت بڑے بزرگ اور رئیس الصوفیاء حضرت شیخ اکبر کے بصیرت افروز ارشادات مقام ختم کے سلسلہ میں درج ذیل ہیں آپ فرماتے ہیں:-

اِنَّ النُّبوۃَ التی انقطعتْ بوجود رسول اللّٰہ صلعم انما ھی النبوۃ التشریع لا مقامھا ولا شرعَ یکون ناسخ لشرعہٖ صلعم ولا یزید فی شرعہٖ حکمًا آخر وھٰذا معنی قولہٖ صلعم اِنّ الرسالۃَ و النبوۃَ قد انقطعتْ فلا رَسُوْلَ بعدی ولا نبیّ ای لا نبی یکون علی شرعٍ یُخَالِفُ شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی ولا رَسُوْلَ ای لا رسول بعدی الی احدٍ من خلق اللّٰہ بشرعٍ یَدعُوھم الیہ فھٰذا ھو الذی انقطع وسُدَّ بابہ لا مقام النبوۃ۔

(فتوحات مکیہ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳)

یعنی:- وہ نبوت جو آنحضرت صلعم کے وجود پر ختم ہوئی وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت پس آنحضرت صلعم کی نبوت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے۔ اور یہی معنے ہیں آنحضرت صلعم کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی۔ اور لا رسول بعدی ولا نبی یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت آئے۔ اور میرے بعد کوئی رسول نہیں یعنی میرے بعد دنیا کے کسی انسان کی طرف کوئی ایسا رسول نہیں آسکتا۔ جو شریعت کو لے کر آوے اور لوگوں کو اپنی طرف بلانے والا ہو پس یہ نبوت کی وہ قسم ہے۔ جو بند ہوئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ ورنہ مقام نبوت بند نہیں نیز اس کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

النبوۃ ساریۃ الی یوم القیامۃ فی الخلق وان کان التشریع قد انقطع فالتشریع جزء من اجزاء

(فتوحات مکیہ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۰۰)

یعنی دنیا میں نبوت قیامت کے دن تک جاری رہے گی البتہ شریعت کا نزول ختم ہو چکا ہے۔ اور شریعت نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

حضرت امام محمد طاہر اور حضرت شیخ ابن عربی کے مذکورہ ارشادات میں نہایت واضح رنگ میں مذکور ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد صرف نئی شریعت لے کر کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ گویا کہ شریعت والی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور بلا شریعت کے نبی آسکتے ہیں۔ اور آپ کے بعد جو بھی نبی آئیں گے۔ وہ شریعت محمدی کے تابع ہو کر آئیں گے۔

۵
حضرت علامہ ملا علی القاری رحمہ اللہ متوفی ۱۰۱۴ھ

آپ امت محمدیہ میں ایک جلیل القدر عالم فاضل اور امام فقہ کہلاتے ہیں آپ ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقُلْتُ مَعَ ھٰذا لو عاش ابراھیمُ وصار نبیًّا وکذا لو صار عُمرُ نبیًّا لکان من اتباعہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم .... فلا یُناقض قولہ خاتَم النبیین اذا المعنیٰ انہ لا یاتی نبی ینسخ ملّتہ ولم یکن من امّتہٖ۔

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸-۵۹)

یعنی:- باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ اگر صاحبزادہ حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے۔ اور اسی طرح حضرت عمرؓ نبی ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوتے۔ پس یہ اقوال خاتم النبیین کے مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ اور آپ کی امت سے نہ ہو۔

جی ہاں! جماعت احمدیہ بھی یہی کہتی ہے کہ آئندہ جو بھی آئیں گے حضرت رسول کریم صلعم کی شریعت کے ماتحت اور آپ کے متبعین میں سے ہوں گے۔

۶
حضرت امام عبد الوہاب الشعرانی (وفات ۹۷۶ھ)

کی شہادت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:-

"فانّ مطلق النبوہ لم یرتفع انما ارتفع نبوۃ التشریع وقولہٗ صلعم فلا نبی بعدی ولا رسول المراد بہٖ لا مشرع بعدی۔"

یعنی:- مطلق نبوت بند نہیں ہوئی ہے۔ اور رسول کریم صلعم کا یہ فرمان کہ لا نبی بعدی ولا رسول سے یہی مراد ہے کہ آپ کے بعد کوئی مشرع یعنی شریعت والا نبی نہیں آئے گا۔"

الیواقیت والجواہر جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۴

۷
عارف ربانی حضرت علامہ عبد الکریم الجیلانی رحمہ اللہ متوفی سنہ ۸۲۶ھ

فرماتے ہیں:-

فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہ وکان محمد صلعم خاتم النبیین لانہ جاء بالکمال ولم یجئ احد بذالک۔

(الانسان الکامل جلد نمبر ۱ صفحہ ۹۸)

یعنی:- آنحضرت صلعم کے بعد شریعت والی نبوت بند ہوگئی ہے اس لئے کہ آپ خاتم النبیین قرار پائے۔ کیونکہ ایسی کامل شریعت لے آئے جو اور کوئی نہیں لائے۔

۸
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی سنہ ۱۱۷۶ھ

آپ بارہویں صدی ہجری کے مجدد مانے گئے ہیں اور آپ کے وسیع علم و فضل کا ہر کوئی معترف و مداح ہے آپ حقیقت ختم نبوت پر یوں بیان فرماتے ہیں

خُتِمَ بہٖ النبیّوْن ای لا یوجد بعدہ من یامرہ اللّٰہ سبحانہ بالتشریع علی الناس۔

(تفہیمات الٰہیہ تفہیم صفحہ ۵۳)

یعنی:- آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا ربانی مصلح نہیں آسکتا۔ جسے خدا تعالیٰ کوئی نئی شریعت دے کر مبعوث فرمائے

حضرت شاہ ولی اللہ شاہ صاحبؒ نے آنحضرت صلعم کے بعد جس چیز کا دروازہ بند قرار دیا ہے۔ وہ صرف شرعی نبوت

کا رد ہوں ہے۔ اور یہی جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔

۹
حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

گیارہویں صدی کی سب سے بڑی شخصیت اور مجدد حضرت شیخ احمد صاحب (متوفی ۱۰۳۴ھ) کا مقام جمہور مسلمانوں میں مقبول اور مسلم ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

حصول کمالات نبوت
مرتابعان را بطریق وراثت
بعد از بعثت خاتم الرسل
علیہ و علی جمیع الانبیاء
والرسل الصلوٰۃ والتحیات
منافی خاتمیت اونیست
فلا تکن من الممترین

(مکتوبات امام ربانی جلد نمبر ۱ مکتوب ۲۷۱)

یعنی:۔ آنحضرت صلعم کے متبعین کے لئے آپ کی پیروی میں اور آپ کے روحانی ورثہ کے طور پر نبوت کے طور پر نبوت کے کمالات حاصل کرنا۔ آپ کی ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ پس تم اس معاملے میں ہرگز شک کرنے والے لوگوں میں مت ہو۔

یہ نظریہ وہی ہے جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ یعنی آپ کی شاگردی اور پیروی کی برکت سے روحانی ورثہ کے طور پر جو نبوت جاری ہے۔ وہ کبھی بند نہیں بلکہ اس قسم کی نبوت سے حضرت رسول کریم صلعم کی رفیع شان اور بلند مقام کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۰
حضرت شیخ عبدالقادر کردستانیؒ

فرماتے ہیں:۔

اِنّ معنی کونہ خاتم النبیین ھو انہ لا یُبعث بعدہ نبی آخر بشریعۃ آخر

(تقریب المرام جلد نمبر ۲ ص ۲۳۳)

یعنی:۔ آپ کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص مبعوث نہیں ہوگا جو شریعت محمدی منسوخ کر کے نئی شریعت لے کر آئے۔

۱۱
حضرت امام فخر الدین رازیؒ

فرماتے ہیں:۔

"عند ھذہ الدرجۃ فازوا بالخلع الاربعۃ الوجود والحیاۃ والقدرۃ والعقل فالعقل خاتم الکل و الخاتم یجب ان یکون افضل الا تری ان رسولنا صلعم لما کان خاتم النبیین کان افضل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والانسان لما کان خاتم المخلوقات الجسمانیہ کان افضلہا فکذالک العقل لما کان خاتم الخلع الفائضۃ من حضرۃ ذی الجلال کان افضل الخلع واکملہا

(تفسیر کبیر رازی جلد ۶ ص ۳۱ مصر)

یعنی جو شخص اس درجہ میں فائز ہوتا ہے اسے چار خلعتیں حاصل ہوتی ہیں۔ (۱) وجود ۲۔ حیات ۳۔ قدرت اور نمبر ۴ عقل۔ عقل چونکہ سب کا خاتم ہے اس لئے وہ باقی تینوں سے افضل ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت سرورِ کونین صلعم جب خاتم الانبیاء ہوئے تو آپؐ سب نبیوں سے افضل ٹھہرے اور انسان خاتم المخلوقات الجسمانیۃ ہونے کی وجہ سے وہ دیگر تمام جسمانی مخلوقات سے افضل ہے۔ اسی طرح مذکورہ چاروں خلعتوں میں عقل کو فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے وہ خاتم الکل ٹھہرائی گئی۔

حضرت امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں لفظ خاتم کی جو نہایت واضح اور بہترین تشریح فرمائی ہے۔ وہ جماعتِ احمدیہ کی پیش کردہ تشریح و تفسیر کے عین مطابق ہے۔

۱۲
حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ
متوفی ۶۷۲ھ

آپؒ اسلام کے وسطی زمانہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے عظیم بزرگ تھے آپ کی مثنوی مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبول ہے اور اعلیٰ درجہ کے علوم اور تصوّف سے معمور مانی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

یعنی:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس لئے خاتم النبیین رکھا گیا ہے کہ آپؐ کے برابر نہ تو کوئی شخص پہلے لوگوں میں گذرا ہے اور نہ آئندہ ہوگا دیکھو جب کوئی ماہر فن کسی صنعت میں بہت آگے نکل جاتا ہے۔ تو کیا تم اس کے متعلق یہ نہیں کہتے کہ یہ صنعت تو تجھ پر ختم ہوگئی ہے۔ پس سمجھ لو کہ اسی معنے میں آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہوئی ہے۔

کس قدر واضح رنگ میں حضرت مولانا رومیؒ نے خاتم النبیین کی تشریح فرمائی ہے کہ آپؐ خدائی اور روحانی ہنر کو بند کرنے والے نہیں بلکہ آپؐ افضل الرسل ہیں اور آپؐ نے اپنے اندر نبوت کے کمالات کو احسن اور اتم صورت میں جمع فرمایا ہے۔

۱۳
حضرت امام علامہ السید محمد بن عبد الرسول البرزنجیؒ متوفی ۱۱۰۳ھ

ان کا شمار بعض نے مجددین میں کیا ہے۔ آپؒ اپنی کتاب "الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ" میں بحوالہ امام ملا علی القاریؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"اما حدیث لا وحی بعدی فباطل لا اصل لہ نعم ورد لا نبی بعدی ومعناہ عند العلماء لا یحدث بعدہ نبی بشرع ینسخ شرعہ"

یعنی:۔ یہ حدیث کہ میرے بعد وحی نہیں باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں لا نبی بعدی آیا ہے۔ جس کے معنے علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔

۱۴
حضرت علامہ احمد نوویؒ

فرماتے ہیں:۔

"ھُوَ خاتم الانبیاء والمرسلین فلا نبی بعدہ ابدًا وشریعتہ باقیۃ الی قیام الساعۃ ناسخۃ لشریعۃ غیرہ ولا یُنسخہا شریعۃ غیرہ ۔۔۔۔ ولا یشکل ذالک بنزول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فی آخر الزمان لانّہ انما ینزل حاکمًا بشریعۃ نبینا متبعًا لہ۔

(شرح عقیدہ العوام)

یعنی حضرت نبی کریم صلعم خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا۔ آپ کی شریعت قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ اور دیگر تمام شریعتیں منسوخ ہو جائیں گی۔ اور اس شریعت کو کوئی دیگر شریعت منسوخ نہیں کرسکتی اور یہ بات نزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رکاوٹ نہیں ہوگی۔ کیونکہ آپ شریعت محمدی کے مطابق حکم چلانے والے ہوں گے۔ اور آپ کے متبع ہوں گے۔

اس سے واضح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شریعت محمدی صلعم کو جاری کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہوں گے اور آپ خود بھی ایک تابع نبی ہوں گے کیونکہ حضرت امام سیوطیؒ کا یہ قول ہے

من قال بسلب نبوتہ کفر حقًا فانہ نبی لا یذھب عنہ وصف النبوۃ

(حجج الکرامہ ص ۴۳۱)

یعنی۔ جو شخص یہ کہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں ہوں گے وہ پکا کافر ہے کیونکہ آپؑ خدا کے ایک نبی تھے اور یہ نبوت کا وصف آپؑ سے کسی صورت میں جدا نہیں ہو سکتا۔

اب تک اسلام کے ابتدائی اور وسطی زمانوں اور گیارھویں بارھویں صدی کے بعض علماء صلحاء صوفیاء اور مجددین کے اقوال اور ارشادات ہی پیش کئے گئے ہیں۔

اب آئیے! عصر جدید کے عارفین باللہ اور علماء کرام کے ارشادات اور خیالات بھی اس ضمن میں ملاحظہ ہوں

۱۵
علامہ صدیق حسن خان بھوپالی

"فھو وان کان خلیفۃً فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول و نبی و کریم علی حالہ

(حجج الکرامہ ص ۴۲۶)

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود اس بات کے کہ وہ اُمّتِ محمدیہ کے ایک خلیفہ ہوں گے پھر بھی بدستور رسول اور نبی ہوں گے۔

۱۶
حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
متوفی ۱۳۰۴ھ

فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اور بعد آپ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں۔ البتہ صاحب شرع جدید کا ہونا ممتنع ہے"۔

(دافع الوسواس ص ۱۶)

۱۷
علامہ حکیم صوفی محمد حسین صاحب

مصنف آیۃ البرہان فرماتے ہیں:۔

"اصطلاح میں نبوت بخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے وہ دو قسم پر ہے۔ ایک نبوت تشریعی جو ختم ہوگئی دوسری نبوت بمعنے خبر دادن (اخبار غیبیہ کی اطلاع دینا۔ ناقل) وہ غیر

منقطع ہے۔ پس اس کو مبشرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ اس میں رؤیا بھی ہیں۔

(کواکب الدریہ صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)

۱۸ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی
بانی مدرسہ دار العلوم دیوبند متوفی ۱۸۸۹ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے چند سال قبل اہل بصیرت بزرگوں میں سے تھے حقیقت ختم نبوت کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی"

(تحذیر الناس مطبوعہ سہارن پور صفحہ ۳)

پھر اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

(تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

محترم بانیٔ دار العلوم دیوبند نے کس وسعتِ قلب اور وسعت نظر سے ختم نبوت کی تشریح فرمائی ہے۔ کاش کہ علماء دیوبند اپنے اس بزرگ کے ارشادات پر نظر غائر سے غور فرمائیں!!

۱۹ مولانا قاری محمد طیب صاحب
مہتمم دار العلوم دیوبند

آپ ختم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ ہی منتہائے علوم ہیں کہ آپ ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا"

شان رسالت صفحہ ۴۸

نیز اپنی ایک اور تصنیف فرماتے ہیں۔

انبیاء اور درجا جلہ میں بھی ایک ایک فرد خاتم ہے۔ جو اپنے دائرہ میں مصدر فیض ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں وہ فرد کامل اور خاتم مطلق جو کمالات نبوت کا منبع فیض ہے اور جس کے ذریعہ سارے ہی طبقہ انبیاء کو علوم و کمالات تقسیم ہوئے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

(تعلیمات اسلام صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴)

۲۰ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی
شیخ الاسلام پاکستان

لکھتے ہیں:۔

"بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں۔ اور جن کو نبوت ملی ہے آپ کی مہر لگ کر ملی ہے"

(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

امت محمدیہ کے بعض قابل احترام بزرگوں اور صوفیاء کرام کے بعض اقوال اور ارشادات آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی تشریح میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

ایک لحاظ سے مسلمانوں کا ہر فرد اس بات پر ایمان و یقین رکھتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم کے مقام ختم نبوت کے باوجود آپ کے بعد ایک غیر تشریعی اور تابعی نبی کی آمد متوقع ہے۔ اور وہ تابع نبی بنی اسرائیلی مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم کی شکل میں مبعوث ہوں گے۔ چنانچہ حضرت رسول کریم صلعم فرماتے ہیں:۔

"والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب"

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق)

یعنی مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ضرور مسیح ابن مریم نازل ہوگا وہ تمام دینی معاملات میں حکم بن کر فیصلہ کرے گا اور اس کا فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہوگا۔ وہ صلیبی فتنہ کو پاش پاش کر دے گا۔ اور خنزیری پلید یوں کو تباہ کر کے رکھ دے گا اور وہ جزیہ کو بھی موقوف کر دے گا۔

یہاں عیسیٰ ابن مریمؑ سے مراد دو ہزار سال قبل صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث شدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نہایت وضاحت سے آپکی وفات پر روشنی ڈالتا ہے۔

نیز یہ عقیدہ کہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آپ کے غلاموں اور شاگردوں اور روحانی فرزندوں میں سے نہیں بلکہ موسوی شریعت کے تابعدار ایک شخص آئے گا۔ حضرت نبی کریم صلعم کی توہین کے مترادف ہے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اسرائیلی نبی امت محمدیہ کی اصلاح کیلئے آ سکتے ہیں۔ لیکن سید ولد آدم فخر الانبیاء صلعم کا ایک غلام اور شاگرد اور آپ کے فیض سے فیض پانے والا اور آپ کے نور سے نور حاصل کرنے والا شخص اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی قدر اپنے مسلمان بھائیوں اور ان کے عالموں کے دلوں میں آنحضرت صلعم کی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے:۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

غرض صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ سے لے کر موجودہ زمانہ تک ہر زمانہ کے بزرگوں نے کم و بیش مقام ختم نبوت کے بارے میں وہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سے لے کر حضرت شیخ محی الدین بن عربی، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسی عظیم الشان ہستیوں کے دور سے گذرتے ہوئے بالآخر مدرسہ دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے وجود میں آکر یہ ساری شہادتیں ختم ہوئیں اور اس زمانہ کے تھا بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے پس اگر آنحضرت صلعم کے بعد ایک غیر تشریعی امتی نبی کے وجود کو تسلیم کرنے کی وجہ سے ہمیں کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج اور بالآخر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا سکتا ہے تو ہمارے مخالف مولوی صاحبان ان بزرگ ہستیوں کے متعلق کیا فتویٰ صادر کریں گے۔ جنہوں نے مسئلہ ختم نبوت

خاتم النبیین کے بہترین معنے - بقیہ صفحہ (۱۸)

کے کمال تام پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ خاتم النبین مقام مدح پر وارد ہوا ہے جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے یہی معنے مانتی ہے۔ اور رہتی دنیا تک ان کی حفاظت کرتی رہے گی بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں۔ اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہی کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی"

(تتمہ چشمہ معرفت صفحہ ۹)

(ب) "اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جماعت احمدیہ جن معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے۔ وہی معنے بہتر ہیں سابق محققین کے معنے بھی ان میں شامل ہیں۔ اندریں حالات بعض لوگوں کا جماعت احمدیہ کے خلاف یہ الزام سراسر بے جا ہے کہ احمدی لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں سچ تو یہ ہے کہ خاتمیت محمدیہ کا صحیح اور جامع مفہوم صرف جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ اور وہی اس زمانہ میں خاتمیت محمدیہ کی حقیقی وضاحت اور حفاظت کرتی ہے۔ دوسرے لوگ تو صرف نام کی "مجالس تحفظ ختم نبوت" بناتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت قرآن مجید کی بیسیوں آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جو مستقل رسول ہیں چشم براہ ہیں کہ وہ کب آسمان سے اتر کر امت محمدیہ کی دستگیری کرتے ہیں

مگر

مبارک ہیں وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام کو شناخت کر کے آپ سے سچی اور کامل محبت رکھ کر خدا کے محبوب بنیں۔

اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو توفیق بخشے: آمین

مصطفیٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جان محمد سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

معراج النبی صلے اللہ علیہ وسلم

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

(۱)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل بھی سلفِ صالحین کے درمیان اس کے متعلق اختلاف رہا ہے جبکہ بعض واقعۂ معراج کو اسراء کو روحانی مانتے رہے ہیں اور دوسرے جسمانی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے مختلف فیہ مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے ایک نہایت حسین اصول بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

" فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ "

کہ جب تمہارے اندر کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو تو تصفیہ کے لئے اللہ یعنی قرآن کریم اور اس کے رسول یعنی سُنّت اور حدیث نبوی ؐ کی طرف رجوع کرو۔ پس آئیے ہم آج کی صحبت میں اسی اصول کی روشنی میں اس مختلف فیہ امر کا جائزہ لیں۔

(۲)

بعض لوگ محض غلط فہمی یا مسئلہ کو پورے طور پر عبور نہ ہونے کے سبب یہ سمجھتے ہیں کہ معراج اور اسراء ایک ہی واقعہ کے دو نام ہیں۔ حالانکہ کتب احادیث و سِیَر سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج اور اسراء کے دو روحانی نظارے الگ الگ اور مختلف زمانوں کے ہیں۔ چنانچہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے آسمان کی لے جایا گیا اور اسراء میں حضور صلعم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ اور دونوں نظاروں کا ذکر قرآن کریم کے دو علیحدہ علیحدہ مقام پر ہوا ہے۔ چنانچہ معراج کا ذکر باتفاق مفسرین و محدثین سورہ "النجم" میں ہے، جو ابتدائے زمانہ نبوت یعنی ۵ نبوی میں نازل شدہ ہے۔ اور واقعہ اسراء کا ذکر سورہ "بنی اسرائیل" میں ہے جس کا نزول آپ کی مکی زندگی کے آخری سالوں ۱۱ ۱۲ نبوی کا ہے۔

پس دونوں واقعات میں چھ سال کا فرق بتاتا ہے کہ یہ دونوں واقعات الگ الگ زمانے کے ہیں۔ نیز سورہ "النجم" میں جہاں واقعہ معراج کا ذکر ہے وہاں بیت المقدس کی طرف جانے کا کوئی ذکر نہیں اور سورت بنی اسرائیل میں جہاں اسراء کے واقعہ کا ذکر ہے آسمانوں کی سیر کا کوئی اشارہ نہیں۔ اسی طرح بخاری شریف میں اسراء اور معراج کے دو علیحدہ علیحدہ باب باندھ کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ دو مختلف نظارے ہیں جو دو مختلف زمانوں میں حضور ؐ کو دکھائے گئے۔ نیز ساری روایات میں معراج کے واقعہ میں مکہ معظمہ سے سیدھے آسمان کی طرف جانے کا ذکر ہے جبکہ اسراء کے واقعہ میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کا ذکر ہے۔

وھو الامتیاز۔

بات دراصل یہ ہے کہ معراج اور اسراء کے دونوں واقعات رات کے وقت پیش آئے اور عربی زبان میں رات کے سفر کو خواہ وہ آسمان کی طرف ہو یا زمین پر اسراء کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے اسراء کے اشتراکِ معنوی کے لحاظ سے غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ معراج اور اسراء دونوں ایک ہی واقعہ کے دو نام ہیں نیز دوسرا سبب اشتباہ کا یہ بنا کہ دونوں نظاروں میں کئی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

بہر حال قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح طور پر یہی بات درست ثابت ہوتی ہے کہ معراج اور اسراء دو مختلف زمانوں کے دو الگ الگ واقعات ہیں۔ چنانچہ اہل حدیث کے ایک عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ :-

" ہم ان میں سے اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ اسراء اور معراج دو واقعے الگ الگ ہیں۔ " (تفسیر ثنائی جلد پنجم ص۳ حاشیہ)
(بحوالہ رسالہ "الاسراء والمعراج" مصنفہ مولانا شریف احمد صاحب امینی)

اس امر کو سمجھ لینے کے بعد آئیے اب اس مسئلہ پر غور کریں کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانی تھا یا جسمانی؟

(۳)

قرآن و حدیث کو کھولنے سے پہلے آپ اپنی قوتِ فکر کو مجتمع کیجئے (تا ایسا نہ ہو کہ قرآن و حدیث کی منشاء کے خلاف فیصلہ کر بیٹھیں) اور سوچیئے جسم اور روح کی حقیقت کیا ہے؟ جسم ایک فانی چیز ہے جو اپنے اندر بہت سی کثافتوں کو لئے ہوئے ہے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی اس عادتِ مبارکہ سے اہل علم حضرات بخوبی واقف ہوں گے کہ روحانی ترقیات کے حصول کے لئے انہوں نے اس مادی جسم کی کثافتوں کو کم کرنے کے لئے بہت سی ریاضتیں تجویز کیں ان میں سے ایک روزہ بھی ہے۔ چنانچہ وہ لگاتار کئی کئی ماہ کے نفلی روزے رکھتے اور جوں جوں جسم لطیف ہوتا جاتا توں توں ان کی روحانی استعدادیں اُجاگر ہوتی جاتیں اور قوت کشف بے حد ترقی کرتی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں :-

" روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس اُمت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلعم مع حسنین و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھا بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ "

(کتاب البریہ ص۱۶۵)

پس یہ جسم روحانی ترقیات میں جہاں ایک حد تک ممد و معاون ہے وہاں بہت حد تک مانع بھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کشفی طور پر خدا تعالیٰ کی تجلّی آگ کی مثل دیکھی اور مقدس وادی طوی پہنچے تو بارگاہ ربّ العزّت سے ارشاد ہوا " فاخلع نعلیک " یعنی تعلقات دُنیوی سے انقطاع کر کے ہمارے دربار میں آئیو! (طٰہٰ ع۱)

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس مادی جسم کے لئے فنا مقدر ہے اور روح کے لئے ابدی حیات۔ جوں ہی رُوح اس جسم سے آزاد ہوئی اُدھر سے لامتناہی ترقیات کا سلسلہ شروع ہوا۔ پس اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ روحانی میدان میں ایک انسان جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے جسم اپنی محدود طاقتوں کے سبب پیچھے رہ جاتا ہے اور رُوح دیوانہ وار بقدر استعداد اپنے نفس ناطقہ کے فنا کے میدان میں آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اور روحانی نظاروں کی سیر میں اسے ایک لطیف اور نورانی جسم عطا ہوتا ہے۔

اب ہم اس عظیم روحانی انسان، انسانِ کامل، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ خاتم النبیّین و سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرنے جا رہے ہیں جو اس قدر پاکیزہ وجود تھا کہ اس سے بڑھ کر پاکیزگی متصور نہیں ہو سکتی۔ صحیح مسلم میں حضرت انس ؓ بن مالک کی روایت سے بیان ہوا ہے کہ عہد طفولیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بعض بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ آپ ؐ کے پاس جبرئیل آئے اور آپ ؐ کو زمین پر لٹا کر آپ ؐ کا سینہ چاک کر دیا اور پھر سینہ کے اندر سے آپ ؐ کا دل نکالا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور ساتھ ہی کہا کہ یہ کمزوریوں کی آلائش تھی جو اب تم سے جدا کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد جبرئیل نے آپ ؐ کے دل کو مصفّٰی پانی سے دھویا اور سینہ میں واپس رکھ کر اسے جوڑ دیا۔ بچوں کے اطلاع دینے پر جب لوگ آنحضرت صلعم کے پاس پہنچے تو فرشتہ غائب تھا اور آپ ؐ ایک خوف زدہ حالت میں کھڑے تھے۔

(مسلم جلد نمبر ۱ باب الاسراء بحوالہ سیرت خاتم النبیین حصہ اوّل)

اسی طرح یہ واقعہ سیرت ابن ہشام میں بھی درج ہے۔

یہ دراصل ایک کشفی نظارہ تھا۔ جو وسیع ہو کر دوسرے بچوں کو بھی دکھایا گیا۔ اور سنِ مبارک آپ ؐ کا اس وقت صرف چار سال کا تھا۔ ہاں تو اس عالی مرتبت انسان ؐ کا جسم بھی اتنا لطیف تھا اور پاکیزہ تھا کہ اگر بشریت کا لازمہ ساتھ نہ ہوتا اور الٰہی سُنّت کے خلاف نہ ہوتا تو واقعی زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے قابل تھا۔ لیکن کفار مکہ کے سوال پر کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے کوئی کتاب لے آ۔ آپ ؐ نے یہی جواب دیا

سُبحان ربّی ھل کنتُ اِلّا بشراً رسولا۔

(بنی اسرائیل ع۱۰)

جسم عنصری کے ساتھ ایک انسان کا آسمان پر جانا خدائی سُنّت کے خلاف ہے اور چونکہ میں ایک بشر رسول ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی سُنّت کی خلاف ورزی کرنے سے پاک ہے۔ ولن تجد لسُنّۃِ اللّٰہ تبدیلا

(۴)

معراج عربی زبان کا لفظ ہے جو عَرَجَ یَعْرُجُ سے مشتق ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ معراج کی تفصیل قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوئی ہے :-

عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ۝ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝

(سورۃ النجم ع)

یعنی خداتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود تعلیم دی ہے۔ وہی خدا جو بڑی طاقتوں کا مالک اور صاحب قوت و سطوت ہے۔ سو (اس کی تعلیم کے نتیجہ میں) یہ رسول ایستادہ ہو کر بلند ہوا۔ حتیٰ کہ وہ بلند ہوتا ہوتا افق اعلیٰ تک جا پہنچا پھر وہ خدا سے قریب ہوا اور خدا بھی اس کی طرف جھکا۔ حتیٰ کہ وہ دونوں یوں ہو گئے جیسے دو کمانوں کے ملنے سے ان کا چلہ ایک ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں خدا نے اپنے رسول کو وہ وحی کی جو اسے کرنا تھی۔ اور رسول کے قلب صافی نے اس نظارہ کے دیکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی بلکہ جو کچھ دیکھا ٹھیک ٹھیک دیکھا۔

واقعۂ معراج کی تفصیل

معراج کے متعلق احادیث میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح روایات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"ایک رات آنحضرت صلعم مسجد حرام کے اس حصہ میں جو حطیم کہلاتا ہے لیٹے ہوئے تھے اور یقظہ اور نوم کی درمیانی حالت تھی۔ یعنی آپؐ کی آنکھ تو سوتی تھی مگر دل بیدار تھا۔ کہ آپؐ نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوئے ہیں حضرت جبرائیل نے آپؐ کے قریب آکر آپؐ کو اٹھایا۔ اور چاہِ زمزم کے پاس لاکر آپ کا سینہ چاک کیا اور آپ کے دل کو زمزم کے مصفا پانی سے اچھی طرح دھویا۔ اسکے بعد ایک سونے کی طشتری لائی گئی جو ایمان وحکمت سے لبریز تھی اور حضرت جبرائیل نے آپؐ کے دل میں حکمت و ایمان کا خزانہ بھر کر آپؐ کے سینہ کو پھر اسی طرح بند کیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام آپؐ کو اپنے ساتھ لیکر آسمان کی طرف اُٹھ گئے۔ اور پہلے آسمان کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ دربان نے پوچھا کون ہے؟ جبرائیل نے جواب دیا میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلعم ہیں۔ دربان نے پوچھا کیا محمد صلعم کو بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا ہاں۔ اس پر دربان نے دروازہ کھول کر آنحضرت صلعم کو خوش آمدید کہا۔ اندر داخل ہو کر آنحضرت صلعم نے ایک بزرگ انسان کو دیکھا جس نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا 'مرحبا اے صالح نبی اور اے صالح فرزند اور آپؐ نے بھی اسے سلام کیا۔ اس شخص کے دائیں اور بائیں ایک بہت بڑی تعداد میں روحوں کا سایہ پڑ رہا تھا۔ جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتا تھا تو اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھتا اور جب بائیں طرف دیکھتا تھا تو غم سے اس کا منہ اُتر جاتا۔ آنحضرت صلعم نے جبرائیل سے پوچھا یہ صاحب کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا یہ آدمؑ ہیں اور ان کے دائیں طرف ان کی نسل میں سے اہلِ جنت کا سایہ پڑ رہا ہے جسے دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور بائیں طرف اہلِ نار کا سایہ ہے جسے دیکھ کر وہ غم محسوس کرتے ہیں۔ اس کے بعد جبرائیل آپ کو لیکر آگے چلتے ہیں.....

.... (اس طرح دوسرے آسمان پر آپ نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ سے اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ اور چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مُلاقات فرمائی۔)

" اس کے بعد آپؐ اور آگے بڑھے اور وہاں پہنچے جہاں اس وقت تک کسی بشر کا قدم نہیں پہنچا تھا۔ اس کے بعد آپؐ کو اپنے سامنے ایک بیر کا درخت نظر آیا جو گویا زمینی تعلقات کے لئے آسمان کا آخری نقطہ تھا۔ اور اس کے ساتھ سے جنتِ ماویٰ شروع ہوتی تھی۔ اس بیری کے درخت کے پھل اور پتے بہت بڑے بڑے اور عجیب وغریب قِسم کے تھے۔ جب آپ نے اس درخت کو دیکھا تو اس پر ایک فوق البیان اور گوناں گوں تجلی کا ظہور ہوا جس کے متعلق آپؐ فرماتے ہیں کہ الفاظ میں یہ طاقت نہیں کہ انہیں بیان کر سکیں۔ اس بیری کے نیچے چار دریا بہہ رہے تھے جن کے متعلق جبرائیل نے آپؐ کو بتایا کہ دو دریا تو دُنیا کے ظاہری دریا نیل وفرات ہیں۔ اور دو باطنی ہیں۔ جو جنت کی طرف کو بہتے ہیں۔ اِس موقعہ پر آپؐ کو حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل وصورت میں نظر آئے۔ اور آپؐ نے دیکھا کہ وہ چھ سَو پروں سے آراستہ ہیں۔ اس کے بعد آپؐ کو جنت کی سَیر کرائی گئی۔ اور بالآخر آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ خدائے ذوالجلال کے دربار میں پیش ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے بلا واسطہ کلام فرمایا۔ اور بعض بشارات دیں۔ اور آخرکار خداتعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ آپؐ کی اُمّت کے لئے رات دن میں پچاسں نمازیں فرض کی گئی ہیں....

..... (اس حکم کو لے کر واپس آئے تو حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ اور بعد مشورہ آپ بار بار خدا کے دربار میں گئے۔ اور تخفیف کراتے کراتے آخر پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا) طوالت کے خوف سے ہم نے اس کی تفصیل ترک کر دی ہے)

" اس کے بعد جب آپؐ مختلف آسمانوں میں سے ہوتے ہوئے نیچے اُترے تو آپؐ کی آنکھ کُھل گئی۔ اور آپؐ نے دیکھا کہ آپ اسی طرح مسجدِ حرام میں لیٹے ہوئے ہیں"

(بخاری کتاب الصلوٰۃ وکتاب بدء الخلق وکتاب التفسیر وکتاب التوحید بحوالہ سیرت خاتم النبیین صلعم حصہ اول)

واقعۂ معراج کے متعلق قرآن کریم اور احادیث میں بیان شدہ مذکورہ بالا تفصیل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نظارہ خالصۃً روحانی تھا نہ کہ جسمانی۔ چنانچہ انصاف پسند حضرات ہمارے اس دعوے کی تائید میں مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیں گے تو یہی نتیجہ اخذ کریں گے:۔

(۱) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

(سورۂ نجم)

یہ امر تو مسلّم ہے کہ خداتعالیٰ کا کوئی جسم نہیں۔ وہ ذات کوئی مادی شئے نہیں اور نہ کسی جگہ میں محدود ہے۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اور جدھر دیکھو اُدھر وہی ہے۔ اور پھر اس لطیف اور وراء الوریٰ ہستی سے ملاقات کے وقت آنحضرت صلعم کا مادّی جسم کیونکر ساتھ ہو سکتا ہے۔ اور ایک مادّی اور غیر مادّی وجود کا اس طرح اتصال کیسے ممکن ہے جس کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

پس ثابت ہُوا کہ یہ واقعۂ معراج ایک اعلیٰ ترین روحانی کشف تھا جس میں آپؐ کو تقرّبِ الٰہی کے انتہائی مرتبہ کا جو آپؐ کو حاصل تھا تمثیلی طور پر رُوحانی نظارہ دکھلایا گیا۔

(۲)۔ ماکذب الفؤاد ما رأی (نجم)

یعنی آنحضرت صلعم کے قلبِ صافی نے جو نظارہ دیکھا اس کے بیان میں کسی قسم کی غلطی نہیں کی۔ اگر جسمِ عنصری اِس سفر میں ساتھ ہوتا تو دِل کی آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔ بلکہ آپؐ یہ نظارہ مادی اور ظاہری آنکھوں سے دیکھتے اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلبی اور روحانی نظارہ تھا۔ نہ کہ جسمانی اور مادّی سفر!

(۳)۔ بخاری شریف میں معراج کا ذکر اِس طرح شروع کیا گیا ہے کہ آپؐ ایک رات حطیم میں لیٹے ہوئے تھے۔ اور یقظہ اور نوم کی درمیانی حالت تھی۔ " تنام عینہ ولا تنام قلبہٗ " یعنی آپؐ کی آنکھ تو سوتی تھی مگر دِل بیدار تھا۔ پس اسی حالت میں آپؐ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور سفر شروع ہوا۔ اور یہ سب نظارہ آپؐ کی دِل کی آنکھ نے دیکھا۔

(بخاری جلد ۳ کتاب التوحید ص ۲۰۳)

(۴)۔ حدیث میں یہ بھی ذکر آیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے آپؐ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور دِل کو دھویا اور حکمت و ایمان کا خزانہ بھر کر آپؐ کے سینہ کو پھر اسی طرح بند کر دیا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ ایمان وحکمت تو کوئی مادّی اور ٹھوس چیز نہیں جو کسی پلیٹ میں رکھی جا سکے۔ دوسری طرف آپؐ کا سینہ بھی چاک ہُوا۔ دِل بھی نکالا گیا۔ لیکن آپ کو کچھ نہ ہُوا۔ اور نہ کوئی ظاہری اثر بعد میں معلوم ہُوا۔ کشفی حالت میں تو ایسا ہونا ممکن ہے جیسا کہ آپؐ کو بچپن میں بھی اسی قسم کا کشفی نظارہ دکھایا گیا تھا۔ لیکن اس واقعہ کو ظاہر پر محمول کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ پس یہ بھی ایک واضح دلیل ہے اس امر پر کہ یہ نظارہ خالصۃً روحانی تھا۔

(بخاری جلد نمبر ۲ باب الاسراء ص ۲۱۳)

(۵)۔ حدیث میں یہ بھی ذکر آیا ہے کہ آسمانوں کی سَیر میں ہر آسمان کو کھٹکھٹایا گیا۔ اور دربان نے داخل ہونے کی اجازت دینے سے قبل حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ کون ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ نظارہ جسمانی تھا تو کیا آسمان کوئی ٹھوس چیز ہے جس کو دروازے لگے ہوئے ہیں۔ پس اِس سائنسی دنیا میں تو کم از کم اس واقعہ کو جسمانی قرار دینا غیروں کو ہنسی کا موقعہ فراہم کرنے کے مترادف ہے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے سفر میں سات آسمانوں پر آٹھ نبیوں سے ملاقات فرمائی۔ جبکہ یہ تمام انبیاء فوت شُدہ ہیں۔ اہلِ فہم پر یہ بات مشتبہ نہ ہوگی کہ فوت شدہ انسانوں کی ارواح سے ملاقات ایک انسان خواب، رُویا یا کشف کے ذریعہ ہی کر سکتا ہے۔

(۷) معراج کی حدیث میں اِس امر کا بھی ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ اِس بیری کے نیچے چار دریا بہہ رہے تھے۔ جن کے متعلق جبرائیلؑ نے آپ کو بتایا کہ ان میں سے دو دریا تو دنیا کے ظاہری دریا نیل و فرات ہیں اور دو باطنی دریا ہیں جو جنت کی طرف بہتے ہیں۔ اب ہر شخص جانتا ہے کہ دریائے نیل (مصر کا) اور فرات (عراق کا) اسی

زمین کے دریا ہیں۔ پس دریائے نیل و فرات کا آسمان پر دیکھنا اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ ایک روحانی نظارہ تھا۔

(۸) معراج کی حدیث میں آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کا بھی ذکر آتا ہے۔ اُدخِلتُ الجنۃ فاذا فیھا جنابذ اللؤلؤ واذا ترابھا المسک (بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ) کہ میں جنت میں داخل کیا گیا تو دیکھا کہ وہاں موتیوں کی لڑیاں ہیں اور جنت کی مٹی سے کستوری کی خوشبو آرہی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ جو لوگ اس جنت میں داخل ہو جائیں گے وما ھم منھا بمخرجین (الحجر ع) وہ اس جنت سے ہرگز نکالے نہیں جائیں گے۔ لیکن واقعہ معراج میں آنحضرت صلعم جنت میں داخل ہوئے اور پھر واپس اس دنیا میں تشریف لائے پس یہ امر بھی صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ روحانی اور کشفی نظارہ تھا نہ کہ جسمانی اور مادی۔

(۹) معراج کی حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ پہلے پچاس نمازیں خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئیں پھر آنحضرت صلعم موسیٰؑ کے مشورے کے مطابق کئی بار جناب الٰہی میں حاضر ہوئے اور کم کراتے کراتے ۵ نمازیں مقرر ہوئیں (بخاری جلد ۲ کتاب التوحید ص۲)

غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری ساتویں آسمان پر زندہ موجود ہیں کہ وہ آنحضرت صلعم کو عالم معراج میں مشورے دے رہے ہیں اگر نہیں تو ایک فوت شدہ انسان کی روح سے اس مادی جسم اور مادی زبان کے ساتھ بات چیت ممکن نہیں ہاں عالم کشف میں ایسا نظارہ دیکھا جا سکتا ہے (وھو المراد)

(۱۰) جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے بخاری شریف جلد ۴ کتاب التوحید میں جہاں واقعہ معراج کا ذکر ہے۔ اس کے شروع میں یہ الفاظ آتے ہیں وھو نائمٌ فی المسجد الحرام کہ آپ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے اس حالت میں کہ تنام عینہ ولا ینام قلبہ آپ کی آنکھ سو رہی تھی لیکن دل بیدار تھا اور دل کی آنکھ سے آپؐ نے تمام نظارہ مشاہدہ فرمایا اور سارا واقعہ معراج بیان کرنے کے بعد ان الفاظ پر روایت کو ختم کیا گیا ہے۔ واستیقظ وھو فی المسجد الحرام کہ آپ پھر نیند سے بیدار ہو گئے اور آپ مسجد حرام ہی میں تھے۔

پس قرآن و حدیث کی روشنی میں بالکل غیر مبہم طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ معراج کا نظارہ خالصۃً روحانی تھا اور اس سفر میں آپؐ کا جسم عنصری ساتھ نہ تھا بلکہ آپ کی روحانی طاقت اور استعداد کے مناسب حال ایک نورانی جسم آپ کو عطا ہوا تھا اور خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ حضرت خدیجہؓ حضرت معاویہؓ، حضرت حسن بصری، ابن اسحٰق ابن جریر اور حضرت امام ابن قیمؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمت اللہ علیہ وغیرہم کا بھی یہی نقطۂ نظر تھا۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ نے حلفاً اس امر کا اظہار فرمایا کہ "واللہ ما فقد جسد رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم و لکن عُرِجَ بروحہٖ" یعنی خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک غائب نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کی روح اُٹھائی گئی تھی

۵

واقعہ اسراء میں بھی اس قسم کی شہادتیں بھی ملتی ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اسراء بھی ایک روحانی سفر تھا۔ طوالت کے خوف سے صرف معراج کی تفصیل اور اس کا تجزیہ ہم نے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ معراج ایک روحانی سفر تھا جو کہ آسمانوں کی طرف ہوا تو سوال دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس سفر کی حکمت کیا ہے؟ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں جو دلچسپ حکمت اور غرض و غایت اس سفر کی بیان فرمائی ہے اس کا مختصر خلاصہ آپ کے ہی الفاظ میں پیش ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

"جہاں تک ہم نے غور کیا ہے وہ یہ ہے کہ معراج تو زیادہ تر آنحضرت صلعم کے روحانی کمالات کے اظہار کے لئے ہے اور اسراء آپ کی ظاہری اور دنیوی ترقی کو ظاہر کرنے کے واسطے ہے۔ معراج میں آپؐ کا سب نبیوں سے آگے نکل جانا اس بات کی طرف اشارہ رکھتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ آپ اپنے مقام اور رتبہ کے لحاظ سے سب سے بالا اور ارفع ہیں اور نہ صرف یہ کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت اپنے روحانی کمالات میں سب شریعتوں سے فائق و برتر ہے بلکہ آپ کے فیضان روحانی میں وہ خصوصیت رکھی گئی ہے جو پہلے کسی بشر کو حاصل نہیں ہوئی یعنی آپ کی سچی اور کامل پیروی انسان کو بلند ترین روحانی مدارج تک پہنچا سکتی ہے اور کوئی روحانی مرتبہ ایسا نہیں ہے جہاں تک آپ کی پیروی کی برکت سے انسان نہ پہنچ سکتا ہو اور یہی وہ خصوصیت ہے جس کی طرف آپ کی اس روحانی پرواز میں اشارہ کیا گیا ہے جو معراج کے سفر میں آپ کو کرائی گئی اور اسی حقیقت کی طرف قرآن شریف کی اس آیت میں اشارہ ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (سورہ احزاب ع ۵) یعنی محمد صلعم ایک رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں جن کی مہر تصدیق سے انسان کو ہر قسم کی اعلیٰ ترین روحانی انعامات مل سکتے ہیں"

(اس بارہ میں مزید تفاصیل کے لئے سیرت خاتم النبیین حصہ اول مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور کتابچہ الاسراء والمعراج مصنفہ مولانا شریف احمد صاحب امینی سے استفادہ کیا جا سکتا ہے)

آخر میں ہم بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک اقتباس پر جو معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت پر نہایت جامع روشنی ڈالتا ہے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

"سیر معراج اس کثیف جسم کے ساتھ نہیں بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نورانی جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ رہنے کے آسمان کی سیر کر سکتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرت صلعم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے آپ معراجی سیر میں نمورہ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے پہنچ گئے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو کہتا ہوں۔ بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری سے بھی یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے مگر اس جگہ زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں۔ (ازالہ اوہام ص۲۲)

الغرض معراج ہو یا اسراء اس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع روحانی مقام کا ذکر ہے۔ کیا بہ لحاظ آسمانوں کی سیر کے کیا بہ لحاظ کشفی طور پر مکہ سے بیت المقدس کی طرف جانے کے ایسا عظیم القدر مقام روحانی ہے جس میں حضورؐ کے سوا کسی دوسرے کو ایسی عظمت حاصل ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم عاجزوں کو بھی اس عظیم مبارک نبی صلعم کی روحانی برکات سے حصہ عطا فرمائے اور جو لوگ ان دونوں مسائل کے بارہ میں غلطی پر ہیں انہیں صحیح بات کے سمجھنے کی توفیق بخشے کہ جسمانی معراج یا اسراء میں وہ لطف اور سرور نہیں جو ان کے سراسر روحانی ہونے میں ہے کما لا یخفیٰ علی العارفین۔

اَللّٰھم صَلِّ علیٰ محمدٍ و علیٰ آلِ محمدٍ۔

ص۲۶ سے آگے

کہہ دیتے ہیں اور اس جگہ اصل فرشتہ یا شیطان مراد نہیں ہوتا۔

(۵) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو خیر اُمت قرار دیا ہے۔ اگر اس کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ایک اسرائیلی نبی کو لایا جائے تو منطقی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خیر اُمت میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اُمت کی اصلاح کا کام کر سکے اور ساری اُمت محتاج ہے ایک اسرائیلی نبی کی تو پھر یہ امت خیر امت کیونکر ہوئی۔

ان حقائق کی روشنی میں جو بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے وہ یہی ہے کہ دراصل نزول عیسیٰ ابن مریم کی پیشگوئی سے مراد اسی اُمت میں سے آنحضرت صلعم کے ایک فرزند جلیل کا مبعوث ہونا ہے جس کے ذریعہ تمام دنیا پر اسلام کو غالب کیا جانا مقدر ہے اور آنحضورؐ کا یہ غلام اور اُمتی حضرت مسیح کی خو بُو پر آئے گا نہ کہ اصل مسیح ناصری اور یہی بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مثیل مسیح بنا کر بھیجا ہے۔ اور یہ کہ یہ انعام محض آنحضرت صلعم کی اتباع کے نتیجہ میں آپ کو ملا ہے اور یہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے

پس جو لوگ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ امتی نبی کو خواہ مخواہ وجہ اشتعال بنا کر فتنہ و فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں انہیں خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ عقیدہ ختم نبوت کے اقرار کے باوجود خود بھی ایک نبی کی آمد کے منتظر ہیں اور اس کے باوجود بھی وہ ختم نبوت کے منکر قرار نہیں دیئے جا سکتے تو پھر جماعت احمدیہ کے خلاف اس قسم کا فتنہ کھڑا کرنا اور حکومت سے فیصلہ کروا کر اس کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا کرنا صرف حسد اور بغض کا نتیجہ ہے اور اس سے اپنی کام چوری اور اشاعت دین میں غفلت پر پردہ ڈالنا ہی مقصود ہے۔ حق و صداقت کو شناخت کر کے اس کو اپنانا اور دین کی خاطر قربانیاں پیش کرنا مخالفین کا مدعا نہیں اللہ تعالیٰ ان کی عقلوں پر پڑے ہوئے پردے ہٹا دے اور ان پر حق کھول دے۔ آمین۔

مسئلہ تکفیر کے بارہ میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں (بقیہ صفحہ ۲۲)

بحر الدقائق ۔ ہدیہ مجددیہ ۔ افضل الاعمال فی موجب نتائج الاعمال ۔ انوار احدیہ وغیرہ ۔

امتِ محمدیہ کے فرقوں اور علماء کا شغلِ تکفیر

(۱) ۔ علی متقی اپنی کتاب مہدی نامہ میں لکھتے ہیں :-

"علامت ہفتدہم ایں است کہ مسلمانان بیک دیگر بتازند خودہا بیفتند وکافر شوند نعوذ باللہ منہا" کہ مسلمان باہم دنگا فساد کریں گے اور ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگا کر کافر بنیں گے ۔

(۲) چنانچہ زمانہ قریب میں سنیوں نے شیعوں کو خارج از اسلام قرار دیا ہے ۔ اور ان کے ساتھ مناکحت حرام ۔ اُن کا ذبیحہ حرام ۔ ان کا جنازہ حرام بلکہ ان کا سنی کے لئے جنازہ پڑھنا بھی حرام قرار دیا ہے ۔

(دیکھو فتویٰ شائع کردہ النجم لکھنؤ ۔ مزید دیکھو فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ و فتاویٰ عزیزی از خاندان شاہ ولی اللہ صفحہ ۱۹۱ و صفحہ ۱۹۲)

(۳) (الف) "اسی طرح شیعہ حضرات کا فتویٰ سنیوں کے متعلق یہ ہے کہ وہ سب غیر ناجی ہیں ۔ خواہ شہید ہی کیوں نہ ہوں "

(حدیقۃ شہداء صفحہ ۶۵)

(ب) "تمام سنی جو ائمہ اہلِ بیت پر ایمان نہیں لاتے کافر ہیں "

(شرح اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۶۱)

(۴) دیوبندی علماء نے مولوی ابوالحسنات صاحب کے والد اور اُن کے پیر مولوی احمد رضا خان صاحب کی نسبت یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ اور ان کے اتباع کافر ہیں اور جو انہیں کافر نہ سمجھیں اور جو اُن کے کافر کہنے میں کسی وجہ سے بھی شک کرے وہ بھی بلاشبہ قطعی کافر ہے ۔

(ردِ تکفیر صفحہ ۱۱)

(۵) بریلوی علماء نے بھی کمی نہیں کی ۔ وہ فتویٰ دیتے ہیں کہ دیوبندی علماء سب مسلمانوں کے اجماعی فتویٰ سے کافر ہیں ۔ مرتد اور اسلام سے خارج ہیں ۔

(حُسام الحرمین صفحہ ۱۲۴ نیز دیکھو تین سو علماء کا متفقہ فتویٰ مطبوعہ برقی پریس لکھنؤ)

مولانا ابوالحسنات اور میکش صاحب لکھ چکے ہیں کہ احمدیوں پر کفر کا فتویٰ اصل ہے اور باقی فرقوں پر رسمی ۔ مگر احمد رضا خان صاحب بریلوی اور علماء حرمین اپنے فتویٰ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور دیوبندی علماء کا نام اکٹھا لکھتے ہیں ۔ اور آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ وہابی دیوبندی اُوپر کے گنائے ہوئے لوگوں میں سے سب سے بڑے کافر ہیں "

(حُسام الحرمین صفحہ ۱۲۱)

اہلِ حدیث کے بارہ میں سنی علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ مرتد ہیں اور باجماعِ اُمت اسلام سے خارج ہیں ۔

(فتویٰ علماء اسلام مشتہرہ مہر قادری لکھنؤ)

اہلِ حدیث نے مقلدین کی نسبت لکھا ہے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چشتیہ، قادریہ نقشبندیہ، مجددیہ سب لوگ مشرک اور کافر ہیں ۔ (مجموعہ فتاویٰ صفحہ ۵۴ - ۵۵)

اس سے ایک اور ایک دو کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ علماء کی ابتداء سے کفر کی مشین برابر چلتی رہی ۔ اور علماء کا یہ دھندا برابر جاری رہا ۔ اس لئے کیا ہوا جو اس زمانے کے علماء بھی مسیح موعود و مہدیٔ معہود پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں ۔ اس سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ ایسا کرنے سے وہ سب پیشگوئیاں پوری ہوئیں جن کا اوپر تفصیلاً ذکر ہوا ۔ فتدبروا یا اُولی الالباب ٭

اخبارِ بدر کا خاتم النبیّین نمبر

حسب اعلان اخبار بدر کا "خاتم النبیّین نمبر" احباب کی خدمت میں پیش ہے ۔ پنجاب میں بجلی کی کمی کے سبب اخبار کی طباعت جلد ممکن نہ ہو سکی ۔ جس کی بناء پر احباب کو کچھ انتظار کرنا پڑا ۔ شاید اس میں بھی مصلحت ایزدی ہو ۔ اس نمبر کی تیاری کے سلسلہ میں جن دوستوں نے قلمی اعانت فرمائی ۔ مفید مشورے دیئے ۔ کتابت و طباعت کے ذریعہ تعاون فرمایا راقم الحروف سب کا تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے ۔

جہاں تک اس پرچہ میں شامل مضامین کا تعلق ہے اس میں دلائل پر مبنی ختمِ نبوّت کے مسئلہ پر احمدیہ نقطۂ نظر کی ایک جھلک پیش کر دی گئی ہے ۔ ہماری خواہش ہے کہ جو غیر احمدی علماء اپنے یہاں ختم نبوّت نمبر شائع کرنے کے اعلان کرتے رہے ہیں وہ بھی ہماری طرح دلیل کے ساتھ بات کریں ۔ اور ہماری باتوں کا دلیل کے ساتھ جواب دیں کہ یہی عالمانہ شان ہے ۔ لیکن دلائل کے مقابل پر گالیاں دینا ۔ کسی فرقہ کے بزرگوں پر گند اچھالنا جہاں عالمانہ شان کے منافی ہے وہاں دلائل سے تہی دامنی کا واضح ثبوت بھی ہے ٭ (ایڈیٹر بدر)

جماعتِ احمدیہ کی خدمات کا اعتراف

مصری پریس میں

از مکرم جناب پروفیسر عبد المجید صاحب ۔ شملہ

میر واعظ صاحب ایک مشہور عالم ہیں ۔ کشمیر اور جموں میں اُن کی بڑی عزت ہے ۔ ان کے کشمیر میں کافی عقیدت مند ہیں ۔ میرے لئے یہ بے حد دُکھ اور افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے ایک تقریر کے دَوران یہ فرمایا کہ پاکستان کی پارلیمنٹ کا یہ فیصلہ کہ احمدی بھائی ایک غیر مسلم جماعت ہیں درست ہے ۔

امر واقع یہ ہے کہ دنیا کی کوئی پارلیمنٹ بھی کسی ملک کے شہریوں کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتی کہ اُن کا مذہب کیا ہے ۔ مُلک کے باشندے اپنے آپ کو مردم شماری کے وقت عیسائی ۔ یہودی ۔ ہندو ۔ مسلمان سرکاری کاغذوں میں لکھوا سکتے ہیں ۔ اِن اعداد و شمار کے مطابق حکومت یہ اعلان کر سکتی ہے اور کرتی بھی ہے کہ اُس ملک میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی گنتی اِس طرح سے ہے ۔

پاکستان پارلیمنٹ نے جو ناواجب ۔ غلط ۔ نامنصفانہ قرارداد احمدیوں کے متعلق پاس کی ہے اس کی نظیر اور مثال گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی اِسلامی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ اسلام کی آن ۔ بان ۔ شان عظمت اور بڑائی اس فیصلہ سے کم ہی ہوتی ہے بڑھتی نہیں ۔

قبلہ میر واعظ صاحب غور فرمائیں کہ مصر جو اسلامی تمدّن کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے ۔ مصر جس نے بڑے مقتدر علماء اور فضلاء پیدا کئے ۔ مصر جس نے ہر صدی میں نبی کریم کی بعثت کے بعد وحید عصر اور فرید دہر پیدا کئے مصر جس میں جامعہ ازہر جیسی یونیورسٹی ہو، اس مصر کی اخبار، اس مصر کے جریدہ "الفتح" ۲۰ر جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۲ء نے احمدیوں کی مدح سرائی بجا طور پر ان الفاظ میں کی :-

"قادیانی تحریک ایک حیرت انگیز چیز ہے ۔ قادیانیوں نے تقریری اور تحریری طور پر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے ۔ نئی اور پرانی دنیا کے مشرق و مغرب میں مختلف ملکوں اور قوموں میں اپنی تبلیغ کو تقویت پہنچائی ہے ۔ ایشیا ۔ یورپ ۔ امریکہ اور افریقہ میں ان کے مراکز قائم ہو گئے ہیں ۔ جو ہر طرح سے علمی اور عملی طور پر عیسائیوں کے مشنوں کے ہم پلہ لیکن تاثیر اور کامیابی کی رُو سے ۔ اسلامی حقائق اور اُصولوں کی وجہ سے عیسائیوں سے بدرجہا زیادہ کامیاب ہیں .... احمدی جماعت عُلوِ ہمت اور علومِ جدیدہ میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں کہ آج تک کوئی اسلامی فرقہ وہاں تک نہیں پہنچا ۔ اِس جماعت نے وہ کام کیا ہے جو آج تک کروڑوں مسلمان نہ کر سکے "

ایسی اچھی جماعت کو جس میں بیش تر افراد نے اسلام کے نام کو چار چاند لگانے کے لئے زندگیاں وقف کی ہوں پاکستان کی پارلیمنٹ ایک مبہم ۔ لایعنی ۔ اُوٹ پٹانگ قرارداد پاس کر کے دائرۂ اسلام سے خارج کر دے، کہاں کا انصاف اور کدھر کی دانشمندی ہے ؟ اسلامی روایات کو خیر باد کہنا اور دُور اندیشی سے دُور بھاگنا نہ ہی مصلحتِ وقت ہے اور نہ ہی اصول پروری ۔ کیونکہ

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوّت کی جہانگیری ۔ محبت کی فراوانی (اقبالؔ)

عبد المجید خاں ۔ شملہ ۔ ۲۱ ہجرت

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے ٭ کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مِرا دل اس نے روشن کر دیا ہے ٭ اندھیرے گھر کا میرے وہ دِیا ہے

(کلام حضرت مصلح موعودؓ)

نبوّتِ محمدی کا فیضان

بقیہ اداریہ صفحہ (۲)

صاف طور پر بیان شدہ نظر آنے لگ گا۔ اُمّتِ محمدیہ میں صدیق، شہید اور صالح میں قسم کے درجات پانے والے کوشش نصیب ہو رہے ہیں جن کا دوسرے مضمون میں یہ مطلب ہوا کہ عام رسولوں کی پیروی کرنے اور اُن کی اطاعت بجا لانے کے نتیجہ میں یہ تین درجات مومنوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن جس صورت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان معمولی رسول کی نہیں بلکہ آپ تو اُن سے بڑھ کر **خاتم النبیین** ہیں، تب لازمی طور پر آپ کا روحانی فیضان بھی عام رسولوں سے بڑھا ہوا اور مکمل صورت میں دُنیا میں جاری و ساری رہنا چاہیئے۔ اور وہ وہی ہے جسے سورت النساء کی آیت مذکورہ میں "مِنَ النَّبِيِّينَ" کے لفظ سے واضح کیا گیا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت اس بات کا شدت سے تقاضا کرتی ہے کہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ برابر جاری رہے۔ کیونکہ دیگر انبیاء و رسل کی نسبت فیضانِ خداوندی کو لوگوں تک پہنچانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت بالا منصب حاصل ہونا چاہیئے۔ اور کوئی سبب نہیں جو حضور کے اس نیاز کو ختم کرے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم نے تو نبوّتِ محمّدیہ کے فیضان کے دائمی طور پر جاری و ساری رہنے کو تمام دُنیا کی اقوام بالخصوص اہلِ کتاب کے سامنے بطور حجّتِ ملزمہ پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

"لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ" (سورۃ الحدید آخری آیت)

(ترجمہ) یہ ہم اس لئے کہتے ہیں کہ تا اہلِ کتاب یہ نہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو اللہ کے فضل سے کچھ بھی نہیں ملے گا بلکہ یہ سمجھیں کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

قارئینِ کرام! پہلے اس آیت میں مذکور فضل اللہ کے لفظ کو اچھی طرح ذہن نشین کریں۔ اس کے بعد سورت النساء کی آیت کو (جس کی کسی قدر تفصیل ابھی بیان ہو چکی ہے) ایک بار پھر مطالعہ کریں۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور پیروی کرنے کے نتیجہ میں اُمّتِ محمّدیہ کے افراد کو نبی، صدیق، شہید اور صالح چار قسم کے انعامات سے نوازنے کا ذکر کیا ہے۔ اس آیت کے معاً بعد آیت مذکورہ میں انہی انعاماتِ اربعہ کی طرف مجموعی طور پر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا

گویا اُمّتِ محمّدیہ کے افراد کو اُن کی اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق کسی کو نبی، کسی کو صدیق و شہید اور کسی کو صالح بنا دینا خدا تعالےٰ کے فضل کا عملی اظہار ہے بلفظِ دیگر اللہ تعالےٰ نے ان چاروں انعامات کو عطا کرنا "خاص فضل" (اَلْفَضْل) قرار دیا ہے۔

اب دیکھئے! یہی وہ چیز ہے (یعنی فضل اللہ) جسے سورت الحدید کی آخری آیت میں اہلِ کتاب کے سامنے حجّتِ ملزمہ کے طور پر پیش کیا۔ اور انہیں ہمیشہ کے لئے لاجواب کر دیا کہ یہ مت خیال کرنا کہ موسیٰ نبی اللہ کے بعد تو یکے بعد دیگرے کئی نبی آئے۔ جب بھی ان میں ضلالت اور گمراہی نے راہ پائی خدا تعالےٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ اور اُن کی ہدایت کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان میں نبی بھیج دیئے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جاری ہونے والا فضل آپ کے بعد ابد الآباد کے لئے بند ہو گیا۔ اب مسلمانوں کو خدا کا فضل میسّر نہیں ہوگا؟ نہیں یہ بات ہرگز نہیں! بلکہ

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

خدا کا خاص فضل تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے دیتا ہے۔ اور دیتا رہے گا۔ (یؤتیہ فعل مضارع ہے) اللہ بڑے فضلوں والا ہے۔ اس کے فضل کو کسی بھی زمانہ یا کسی بھی قوم یا کسی بھی خطہ کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں کیا جا سکتا۔

اس لئے اُن لوگوں کی بہت بڑی بھول ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ گویا ہمیشہ ہمیش کے لئے بند ہو گیا۔ اس کے بند ہو جانے کا مطلب ہے خدا کے فضل کا بندوں تک پہنچنا بند ہو جانا۔ بالخصوص اُمّتِ محمّدیہ کے لئے جو خیرِ اُمّت ہے، اس طور پر کہ اُمّتِ محمّدیہ کا کوئی فرد بھی منصبِ نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا۔ ایسا کہنا تو نبوّتِ محمّدیہ کے ذریعہ جاری کردہ فیضانِ خداوندی کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینے کے مترادف ہے اور اس بات کو کسی صورت میں بھی باور نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے جہاں تک جلد ممکن ہو علماء حضرات اور سب مسلمانوں کو اپنے دماغ سے اس غیر قرآنی اور غیر اسلامی خیال کو نکال دینا چاہیئے۔ یاد رکھئے! صرف ایسا اعتقاد اور نظریہ ہی بابرکت اور صحیح ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ارفع و اعلےٰ شان کے شایان ہے۔ اور اسلام کو ساری دنیا میں برتری بخشنے والا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خاتم النبیین کی جو تشریح و تفصیل بیان کی ہے وہ اسی کی روشنی میں ہے۔ اور بڑی ہی جامع اور حضور کے رفیع مقام کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنی مشہور

معروف کتاب "حقیقۃ الوحی" میں فرمایا:-

"اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا ہے۔ یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ نبیّک وحبیبک سیّد الانبیاء وافضل الرسل وخیر المرسلین وخاتم النبیّین محمّد وآلہٖ واصحابہٖ وبارِک وسلِّم انّک حمیدٌ مجید۔

فہرستِ مضامین خاتم النبیین نمبر

Registered with the registrar of news papers for India at No R. N. 61 57
Regd No. : P/G. D. P-3
Phone No : 35

Khatam-un-Nabiyeen Number

The Weekly BADR Qadian

Editor-Mohammad Hafeez Baqapuri
Sub Editor--Jawaid Iqbal Akhtar

14 SHAWWAL 1394 31 October, 1974

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں حضرت خاتم النّبییّن صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ارفع شان

فرمایا :-

"حضرت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھ لو :

آپؐ زندگی کے ہر شعبہ میں کامل الوجود ثابت ہوئے ہیں۔ لوگ اپنے اموال کو اپنی ذات پر خرچ کرتے تھے مگر محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے تمام اموال اپنی قوم کے لئے خرچ کرتے تھے۔ لوگ اپنے اوقات کو جُوئے اور شراب نوشی وغیرہ میں صرف کرتے تھے مگر محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے تمام اوقات اپنی قوم کی بہبودی کے لئے خرچ کرتے تھے۔ لوگ اپنے اوقات جہالت کے لئے خرچ کرتے تھے اور آپؐ اپنے اوقات علم کے لئے خرچ کرتے تھے۔ لوگ اپنے دماغ دُنیوی باتوں میں مشغول رکھتے تھے اور آپؐ اپنے دماغ کو اگر ایک طرف خدا تعالیٰ کے احکام کی اتّباع میں مشغول رکھتے تھے تو دُوسری طرف بنی نوعِ انسان کی تکالیف دُور کرنے کے لئے اس سے کام لیتے تھے۔

اور یہ تو آپؐ کی دعویٰ نبوّت سے پہلے کی حالت تھی۔ جب آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حُکم کے ماتحت نبوّت کا اعلان فرمایا اور عملی رنگ میں آپؐ کا ہر کام لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آگیا تو اُس وقت آپؐ اگر فوج کے ساتھ گئے تو بہترین جرنیل ثابت ہوئے۔ قضاء کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تو بہترین قاضی ثابت ہوئے۔ اِفتاء کا وقت آیا تو بہترین مُفتی ثابت ہوئے۔ تبلیغ کا وقت آیا تو بہترین مبلّغ ثابت ہوئے۔ گھر میں گئے تو بہترین خاوند ثابت ہوئے۔ بچّوں سے تعلّق رکھا تو بہترین باپ ثابت ہوئے۔ دوستوں سے ملے تو بہترین دوست ثابت ہوئے۔

غرض کوئی ایک بات بھی نہیں جس میں آپ دُوسروں سے دُوسرے درجہ پر رہے ہوں۔ بلکہ ہر خُوبی میں آپؐ نے چوٹی کا مقام حاصل کیا اور اِس طرح اپنے نفس کے کامل ہونے کا دُنیا کے سامنے ایک ناقابلِ تردید ثبوت مُہیّا کر دیا۔"

(تفسیرِ کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۲ کالم ۲)

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ ❋ حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ